

کتاب
ہند اے غیبی

رضی اللہ
عمر تعالیٰ عنہ

رضی اللہ
ابوبکر تعالیٰ عنہ



علا کرم اللہ
علی وجہ

رضی اللہ تعالیٰ
عنہ عثمان

ہدیہ
دعاے رُخسار

حضرت شیخ محبوب شاہ دارقطنی ہندی العربی

ذمراہتمام
سلیم ایس پریس
برائندارتھ روڈ
لاہور

کتاب
ندائے غیبی

حصہ اول و دوم مکمل
از تالیف
۲۹۷-۶۹۲
۵۶۹
۱۹۱۳۴۲

الحاج حضرت شیخ محبوب شاہ وارثی ہندی العربی

حسب فرمائش

ناصر حسن وارثی

۲۲ جوہری لائبریری - شام نگر لاہور

جناب محمد سلیم الیاس پرنٹنگ پریس مسلم سٹریٹ نمبر ۶
زیر اہتمام

برائڈر ٹھور وڈ - لاہور

۱۴۰۸ھ

۸۶ ۱۹

بار اول
تعداد ایک ہزار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب ہدایے غیبی مندرجہ ذیل پتوں سے طلب فرمائیے

- ۱۔ جناب الحاج قاضی عزت شاہ صاحب وارثی۔ استانہ عالیہ جناب اکمل شاہ صاحب وارثی
فیض شریف ڈاکخانہ چنگا ہنگیال۔ گجر خاں۔ ضلع راولپنڈی۔
- ۲۔ جناب الحاج سید آیاز وارث صاحب وارثی (عرف کلومیان) خلف الرشید حضرت
میاں بیہم شاہ صاحب وارثی۔ وارث روڈ پیر کالونی والٹن لاہور۔
- ۳۔ جناب حاجی ناصر حسن صاحب وارثی سپرنٹنڈنٹ کسٹمز ۲۲۔ چوہدری لاٹنر شام نگر
لاہور نمبر ۲۵

- ۴۔ جناب اسرار الحسن صاحب۔ وارثی۔ انریبری سکریٹری۔ انجمن اتحاد وارثیہ
وارثیہ۔ پاکستان (رحسٹریڈ) آرٹلری میدان گلی نمبر اقامتی خدائجش روڈ برنس
روڈ کراچی۔

- ۵۔ جناب شیخ محمد علی صاحب عرف شان میاں وارثی۔
قصبہ وڈاکخانہ مانگا منڈی۔ ضلع۔ لاہور۔
- ۶۔ جناب ڈاکٹر عبدالغفار صاحب وارثی۔ چوہدری لاٹنر عائشہ کلینک۔ لاہور نمبر ۲۵

دعائے مغفرت

ناصر حسن وارثی کے بھتیجے برخور دار فیضان وارث۔ ایم۔ اے ایک کار کے حادثہ میں
انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اُسے توجوان اکلوتے بیٹے کا صدمہ
اپکے والدین و عزیز و قارب کیلئے قیامت صغرا کے کم میں۔ تمام تقاربین و نیتز جملہ برادران
فریحت و سلسلہ وارثیہ حضرات سے درخواست ہے کہ مرحوم کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں شکر ہے
(شیخ محمد علی عرف شان میاں وارثی)

طالب دعا خیر۔
ڈاکٹر عبدالغفار وارثی انجمن خرم اقبال وارثی

طالب دعا خیر۔
شیخ محمد علی عرف شان میاں وارثی۔

التماس

کتاب ہذا "ندائے غیبی" کی اشاعتِ دیگر۔ محترم حاجی ناصر حسن صاحب وارثی کی کدو کاوش اور تعاون کا نتیجہ ہے۔ موصوف نے بکمل خلوص و جذبہ ایمانی کتاب ہذا کی کثیر جلدیں تمام خاص و عام میں مفت تقسیم کرنے کے لئے فراہم فرمائی ہیں۔ تاکہ برادرانِ طریقت بالخصوص اور دیگر شائقین حضرات بالعموم کا حقہ مستفیض ہو سکیں۔

قاریں و ناظرین حضرات سے التماس ہے کہ وہ جناب حاجی ناصر حسن صاحب وارثی کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

ان کے والدین و مرحوم بھائی مظفر حسن وارثی و اسرار حسن وارثی کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں۔ نیز جملہ برادرانِ طریقت و سلسلہ وارثیہ کے تمام حضرات کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

عبدالرب۔ معطر وارثی

ریٹائرڈ اکاؤنٹنٹس اینڈ فیشری (ٹی اینڈ ٹی)

لاہور

حقیقتِ حال

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کا باعث دولتِ دنیا اور صرف ظاہری اسباب و ذرائع نہ تھے بلکہ ان کی ترقی کا مدار دراصل ان کی قوتِ روحانی پر منحصر تھا وہ روحانی تقویت کے اعتبار سے جس قدر مضبوط اور پراعتماد تھے۔ اتنے ہی اغیار کی نظروں میں وقیع اور قابلِ ستائش تھے، روحانی افزائشوں کا ہی نتیجہ تھا کہ چار دانگِ عالم میں مسلمانوں کے حسنِ عمل کا ڈنکا بج رہا تھا اور اسلام کا ایک ادنیٰ خادم اس روحانی تقویت کے باعث سوائے خدائے وحدہ لا شریک کی جلالت و عظمت کے کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کے جاہ و حشم کو آنکھ میں بھی نہ لاتا تھا۔

تاریخ اس بات کی بھی گواہی دے رہی ہے کہ دنیا میں شاہانِ اسلام اور عمالِ حکومت ایک طرت اگر اپنی فتح مندی اور کامرانی کے لئے اسبابِ دنیوی سے متمتع ہوتے تھے تو دوسری طرت وہ فقراء و اولیاءِ کرام کے دربار میں روحانی فیوض و برکات کی تحصیل کے لئے حاضر ہونا اپنی نصرت و کامرانی کی دلیل سمجھتے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ بیشتر مواقع پر اولیاءِ کرام کی روحانی قوتوں نے توپ و تفنگ سے زیادہ کام کیا۔

انقلاباتِ زمانہ سب سے پہلے یا مسلمانوں کی باہمی قسمتی کہ انہوں نے اغیار کی سازشوں کا شکار ہو کر احکاناتِ دینیہ سے کنارہ کشی کے ساتھ ساتھ اولیاءِ کرام کی روحانی قوتوں سے فیوض و برکات کی تحصیل کو دنیوی اسباب و ذرائع پر قربان کر دیا اور طرح طرح کے

اختلافات اور موٹنگائیوں کا شکار ہو کر اس نعمت و برکت سے محروم ہو گئے جس کا نتیجہ آج اُن کے سامنے ہے اور "خود کردہ راغلا بچ نیست" کے مصداق سوائے کفنِ افسوس ملنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

کوئی صحیح العقول مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ تلاوت کلام الہی اور انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال کے تذکرہ کے بعد اولیاء کرام کے اوصاف و احوال کے ذکر سے بڑھ کر اور کوئی ذکر نہیں یہی وجہ ہے کہ علماء کرام اور مشائخ کبار نے ہمیشہ اپنے متوسلین و معتقدین کو اولیاء کرام کا ذکر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ کی باتیں یاد رکھو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اُن کے نام ہی یاد رکھو کہ یہ بھی باعث خیر و برکت امر ہے۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے خسرو! ملفوظات مشائخ کو یاد کرو اور ان کا ذکر کیا کرو کیونکہ ان کے ذکر سے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

شہداء کرام اور واصلین حق اولیاء کرام، اگرچہ ہماری ظاہری نظروں سے دور ہیں مگر خداوند عالم کے ارشاد کے مطابق وہ زندہ ہیں اور ان کو دائمی زندگی ملنے کے علاوہ رب تبارک و تعالیٰ کی جانب سے روزی بھی ملتی ہے، خدا کی مخلوق پر آج بھی انکا تصرف جاری ہے اور تشنگانِ راہ طریقت و معرفت ان کے بحر فیض و کرم سے آج بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ صرف اس بد بخت کو باطن انسان کے علاوہ جو اولیاء کرام کی زندگی اور ان

کی کرامات روحانی کا قائل نہیں: سارا عالم یہ کہہ رہا ہے کہ

اولیا رہت قدرت ازالہ

تبر حبتہ باز گردانند زراہ

کتاب ندائے غیبی جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی تالیف کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس کا مطالعہ مسلمانوں کی روحانی قوت میں از دیاد کا باعث ہو۔ محترم شیخ محبوب شاہ دہلوی ہندی احرابی جو تقریباً بارہ تیرہ سال سے اردن میں قیام پذیر ہیں اور اس وقت کچھ عرصے کے لئے پاکستان کراچی میں اپنے معتقدین دستوسلین کی استدعا پر تشریف فرما ہیں۔ ندائے غیبی آپ کے زور قلم کا نتیجہ اور آپ کی صوفیانہ اور فقیرانہ فہم و فکر کا شاہکار ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے اول حصہ کے شروع میں سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کی تفسیر و شرح ایک مانو کھے انداز میں کرتے ہوئے بیعت و فقیری کی ضرورت اور عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ اس کے علاوہ فضائل اہلبیت اور حضرت سیدنا وارث علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے خوارق عادات کرامات اور اقوال سے یہ کتاب مملو ہے جو نہ صرف سلسلہ وارثیہ کے دستوسلین کے لئے مفید اور مسفیہں ثابت ہوگی بلکہ عام مسلمان آپکی اس تالیف سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ موصوف کی جزا خیر عطا فرمائے اور عام مسلمانوں کو آپکی اس تالیف سے

پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

محمد اسماعیل خاں عاقل اکبر آبادی
مدیر اعلیٰ ماسنامہ اذان
سابق میجنگ ایڈیٹر ہفت روزہ فیضان

کراچی (پاکستان) ۲۱ مارچ ۱۹۶۰ء

برادر محترم الحاج شیخ محبوب شاہ صاحب دارالسلام میں جب کہ آپ عمان (اردن) سے پاکستان تشریف لائے تھے۔ کتاب ہندائے غیبی کو طباعت کرنے کا انتظام سید مختار علی وارثی بھرپوری کے تفویض فرما کر واپس بغرض حج بیت اللہ روانہ ہوئے اسی دوران مسجد نبوی میں صاحب موصوف روضۃ الجنت موصوع گنبد الخضر می نماز جمعہ ادا کرتے ہوئے دوسری رکعت میں سجدہ کے دوران اللہ کو پیارے ہو گئے :- آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کا انتظام شاہ حسین والہی اردن کے قافلہ سالار حج نے ادا کئے۔ اور جنت البقیع میں آپ کو دفن فرمایا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَا جِعُونَ ط

پاکستان میں آپ کے عقیدت مند ہر سال ۹- اور ۱۰ ذی الحجہ کو عرس کی تقریب منعقد کر کے یاد تازہ کر لیتے ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا عِندَ الْبَلَاغِ

وعا کا طالب
جناب حاجی ناصر حسن صاحب وارثی
سپرنٹنڈنٹ کسٹمرز چو برچی لائنز۔
شام نگر لاہور ۱۹۸۶ء

مالک پریس جناب محمد لیا س

جسٹھوں نے اس کتاب کی طباعت میں از حد محنت فرمائی ہے
اسکے رزق حلال کیلئے دعا فرمائیے۔

سلیم لیا س پرنٹنگ پریس مسلم سٹریٹ ۶
پہاندر کھروڑ - لاہور -



WALDE MI TILS
BADIO-BOLM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه غير منقضي

وَلَا مُسْتَعْتَبٍ عَنْهُ بِنَاءٌ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ

وَحَبِيبِهِ وَخَلِيْبِهِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ الْقُرَشِيِّ

الْعَرَبِيِّ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَ

أَهْلِيْبَيْتِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ

— (❖) ❖ —

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَلَامَةٌ

نداءِ غیبی (یعنی اللہ کی پکار) یوں تو از ابتدا سے آفرینشِ عالم ہمیشہ اس کے خاص بندوں کو
یا پیغمبروں کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچتی رہی ہے اور تا قیامت اس کے خاص بندوں
کے ذریعہ پہنچتی رہے مگر خصوصی طور پر خصوصی پیغامبروں کے ذریعہ کتابوں کی ترتیب کے
ساتھ بھی نازل ہوئی اور دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ گئی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ
زبور کے نام سے نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ تورات کے نام سے نازل ہوئی
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ انجیل کے نام سے نازل ہوئی اور بالآخر آخر مرتبہ
آخری پیغامبر خاتم النبیین حبیبُ بالِ العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ذریعہ قرآن مجید کے نام سے نازل ہوئی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گئی۔ مگر چونکہ اول زمانہ
کے لوگوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کے لوگوں میں سے بہت کم لوگوں نے
اس نداءِ غیبی پر لبیک کہا اور ان لبیک کہنے والوں (یعنی) ان صاحبِ الکتاب انبیا کی امتوں
نے اس نداءِ غیبی پر صحیح طور پر عمل کرنے کے بجائے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنے حسبِ

دل خواہ تبدیل کر ڈالا اور اپنی خود غرغنی کے تحت احکامات الہیہ کے غلط معنی ترتیب دے کر دوسرے ناموں کو بھی گمراہ کیا اور خود بھی قدرِ مذلت میں گر گئے۔

لیکن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو نذاریٰ غیبی قرآن مجید کے نام سے نازل ہوئی اُس پر دنیا کے زیادہ سے زیادہ لوگوں نے لبیک کہا اور اُمتِ محمدی نے احکاماتِ خداوندی پر عمل کا وہ نمونہ پیش کیا کہ جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے اور جس کی دلیل اور ثبوت میں اولیاءِ کرام اور فقراءِ عظام کی مستیسا اس وقت بھی دنیا میں اظہر من الشمس ہیں اُمتِ محمدی کے ان خاصانِ خدا اور مقبول بارگاہِ ایزدی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پر وہ فرما جانے کے بعد بھی نذاریٰ غیبی کو صحت کے ساتھ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا اور اپنے اعمالِ صحیحہ سے لائق تعداد گمراہوں کو صحیح راستہ بتا کر مومن بنایا اور لاکھوں بے دینوں کا نام خاصانِ خدا کی فہرست میں لکھوا دیا اور انہیں خاصانِ خدا کا طفیل ہے کہ اس وقت تک قرآن مجید دشمنانِ دین کی دست دراز ہوئے سے محفوظ ہے اور قرآن مجید میں زیر و زبر کا بھی فرق نہ ہو سکا اور غلط معنی ترتیب دیکر ناموں کو گمراہ کرنے والے بھی کامیابی کی منزل سے بہت دور رہے۔

گو کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت زمانہ حاضرہ میں بظاہر اولیاءِ کرام و فقراءِ عظام کی غیر موجودگی سے دشمنانِ دین کو قرآن مجید کے غلط معنی بیان کر کے مافصوں کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع حاصل ہے لیکن چونکہ اولیاءِ کرام سے فیض یافتہ خاصانِ خدا اس وقت بھی موجود ہیں اس لئے نذاریٰ غیبی اس وقت اور اس زمانہ میں بھی ان اہل اللہ لوگوں کے ذریعہ صحت کے ساتھ دنیا میں پہنچ رہی ہے اور قیامت تک پہنچتی رہے گی اور جس کو اللہ جل شانہ توفیق اور ہدایت کے ساتھ ایمان عطا فرمائے گا۔ وہ اب بھی نذاریٰ غیبی پر بلاشک لبیک کہے گا۔

”ومن يضل الله فماله من هاد، ومن يهد الله فماله من مضل“

ناظرین اس مختصرے صحیفہ میں ”نذار غیبی“ کے تحت قرآن مجید کے پہلے بجز کی پہلی سورۃ کا پہلا رکوع مختصراً بمعنی وباللشریح وبالذائل عام فہم زبان میں پیش کیا جا رہا ہے جو اللہ جل شانہ کی جانب سے ہر متقی دل رکھنے والے کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ جل شانہ نے ان آیات کریمہ میں اول اپنی کتاب کی وضاحت فرمائی ہے اور اس کے بعد اپنی افضل مخلوق بنی آدم کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کے لوگوں کی تعریف اور شناخت بالذلیل اور ان کی سزا و جزا کا مفصل حال بیان فرمایا ہے تاکہ دنیا کے لوگ گمراہی سے بچ سکیں اور ان آیات کریمہ کے مطابق عمل پیرا ہو کر اللہ جل شانہ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب کی قربت حاصل کر کے جنت کے مستحق بن جائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

شیخ محبوب شاہ دارتی ہندی العربی

قرآن مجید قرآن مجید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

اَلَمْ ۙ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۙ فِیْهِ ۙ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ

اَلَمْ ۙ یہ کتاب نہیں شک بیچ اسکے راہ دکھاتی ہے واسطے پر میرے کونکے

الَّذِیْنَ یُوْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

وہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے

یَنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ یُوْمِنُوْنَ بِمَا اُنزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنزِلَ

انکو خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیرے اور جو کچھ اتاری

مِنْ قَبْلِكَ ۙ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰی

گئی ہے پہلے تجھ سے اور ساتھ آخرت کے وہ یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اور یہ

هُدًى مِّنْ رَّبِّمْ رَقٍ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْبٰرِحُونَ ۙ

ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے

نداء بر علی اللہ جل شانہ کی وہ پکارا اور وہ کلام ہے جو قرآن مجید کے نام سے محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوا اور اس کی ابتدا اَلَمْ سے ہوتی ہے

جس کے معنی اور مطلب کے متعلق تمامی علماء کرام ذی الاحترام سے تو متفقہ طور پر یہ
 طے ہے کہ "الم" اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک ایسا معمر ہے کہ جس کے معنی و مطلب عقل
 و فہم سے بلند تر ہیں لیکن اولیاء کرام اور فقراء عظام کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ جبکہ وہ تمامی
 اسرار الہیہ کے راز داں ہیں تو اس معمر کے حل سے بھی ضرور واقف ہوں گے مگر چونکہ اس کے
 متعلق انہوں نے بھی لب کشائی نہ فرمائی اور معمر کو معمر ہی رکھا اس لئے بہر صورت معمر معمر
 ہی ہے علاوہ بریں یوں تو ہر مومن اپنے خیال میں اپنی عقل کے لحاظ سے قیاس آرائی کر سکتا
 ہے چنانچہ بولف کی فکر نے تو یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ا۔ ل۔ م۔ یہ تینوں حروف اللہ جل شانہ اور اس
 کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی کے خصوصی حروف ہیں جن
 کو اللہ جل شانہ نے مجموعی حیثیت سے اپنے اور اپنے حبیب کی نام کی دستخط کی مہر ترتیب دیکر
 اپنے کلام کے اول میں اس واسطے ثبت فرمایا ہے تاکہ یہ اس کی کتاب مستند تسلیم کر لی جائے
 اور کسی کو کسی قسم کے شک کی گنجائش باقی نہ رہے اور اسی لئے "الم" کے فوراً بعد اس کتاب
 کی خصوصی خصوصیت (بلاشک) ہونے کا یقین دلایا ہے کہ "یہ کتاب بلاشک ہے" اور اس
 کے بعد اس کے خصوصی فعل کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ "اور راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں
 کو" مطلب یہ ہوا کہ یہ نذاریلی قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ ہے لیکن صرف پرہیزگاروں کے
 لئے اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں کہ جن کے قلوب اللہ کی طرف سے فطرتاً پرہیزگار بنائے گئے
 ہیں اور ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ "وہ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر" گویا کہ اول پرہیزگار لوگوں
 کی سب سے بڑی پہچان ایمان لانا ہے اللہ پر اور ان کے ایمان لانے کی دلیل یہ ہے کہ
 وہ "تائم رکھتے ہیں نماز کو" نماز حقیقتاً وہ ادب محبت ہے جس سے دلی عقیدت کا اظہار ہوتا
 ہے اور عبدیت کی تمیز ہوتی ہے اور ان کی دلی عقیدت مندی کی دلیل یہ ہے کہ "اور اس تمیز

سے کہ وہی ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں" (یعنی) جو اللہ جل شانہ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس پر ان کو یقین کامل ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی نے عطا فرمایا ہے اس لئے وہ اللہ کے واسطے خرچ کرنا ضروری سمجھتے ہیں (یعنی) زکوٰۃ دیتے ہیں اور ایک یہ بھی دلیل ان کے مومن ہونے کی ہے کہ "وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیرے اور جو کچھ اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے اور ساتھ آخرت کے یقین رکھتے ہیں" (یعنی) مومن لوگ قرآن مجید اور اللہ کی دوسری کتابوں پر یکساں ایمان رکھتے ہیں قیامت کے دن کا یقین رکھتے ہیں۔ غرض کہ اس نامی آیت کا مطلب ہوا کہ اللہ کی یہ کتاب مستند اور بلا شک ہے اور جو عرف مومنین کے لئے مشعل ہدایت ہے اور مومنین کے لئے پانچ دلائل خصوصی ہیں سب سے اول اور اہم اور خصوصی دلیل ایمان لانا ہے اللہ پر اور دوسری دلیل قائم رکھنا ہے نماز کو تیسری دلیل ادا کرنا ہے زکوٰۃ کا۔ چوتھی دلیل ایمان لانا ہے قرآن پاک اور دوسری اللہ کی کتابوں پر اور پانچویں دلیل قیامت کے دن کا یقین رکھنا ہے چنانچہ ایسے مومن کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے کہ "یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے" مطلب یہ ہوا کہ یہ مومنین لوگ صرف خدا کے خاص مقبول لوگ اور اللہ جل شانہ کی جانب سے صاحب الہدایت ہیں اور انہیں کی دنیا اور آخرت میں فلاحیت ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے قسم کے لوگ جو مومنین کے بالکل برعکس ہیں اور جن کا اللہ جل شانہ نے کافر کے نام سے ذکر کیا ہے ان کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ:-

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْتُمْ

تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے برابر ہے اور ان کے کیا ڈرایا توئے انکو یا نہ ڈرایا توئے ان کو

لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى

نہیں ایمان لائیں گے مہر کی لٹھنے اوپر دلوں لٹکے اور اوپر کانوں لٹکے اور اوپر

أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ قُلُوبٌ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝

آنکھوں ان کی کے پردہ ہے اور واسطے انکے عذاب ہے بڑا

مطلب یہ ہے کہ (بالیقین) جو لوگ کہ کافر ہیں ان کو عذاب الہی سے ڈرانا یا نہ ڈرانا سب برابر ہے کیونکہ اللہ پاک کی طرف سے ان کے دل ہی ایسے بنائے گئے ہیں اور فطرتاً وہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ جس طرح اللہ پاک نے پرہیزگاروں کو ہدایت عنایت فرمائی ہے اسی طرح کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کیونکہ ان کے لئے بجائے دنیا اور آخرت کی فلاحیت کے بہت بڑا عذاب مقرر کیا گیا ہے اور اس کے بعد تمیزے قسم کے لوگوں کی وضاحت فرماتا ہے کہ:-

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا

اور بعضے لوگوں میں وہ ہیں جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور ساتھ دن آخرت کے اور نہیں

هُمْ بِسُؤْمِنِينَ ۝ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا

وہ ایمان لانے والے، فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو کہ ایمان لائے

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

اور نہیں فریب دیتے مگر جانوں اپنی کو اور نہیں سمجھتے۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ

بعض دلوں ان کے کے بیماری ہے پس بڑھائی ان کی اللہ نے بیماری اور واسطے ان

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

کے عذاب ہے درد دینے والا بسبب اس کے کہ تھے جھوٹ بولتے اور جب کہا جاتا ہے واسطے

لَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۝ قَالُوا إِنَّمَا حَرَّمَ الْمُضَلِحُونَ ۝

ان کے مت فساد کرو بیچ زمین کے کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم سنوارتے ہیں۔

الْأَرْضَ ۝ هُمْ أَتَمُّ الْقَائِدِينَ ۝ وَلَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا

خبردار ہو تحقیق وہی میں فساد کرنے والے اور لیکن نہیں سمجھتے اور اگر

قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ

کہا جاتا ہے، واسطے ان کے ایمان لاؤ جیسا ایمان لائے ہیں لوگ کہتے ہیں کیا ایمان لائیں ہم جیسا

السُّفَهَاءُ ۝ الْأَرْضَ ۝ هُمْ السُّفَهَاءُ ۝ وَلَا يَعْلَمُونَ ۝

ایمان لائے ہیں بیوقوف۔ خبردار ہو تحقیق وہی میں بیوقوف اور لیکن نہیں جانتے۔

فرماتا ہے اللہ جل شانہ کہ "اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور

ساتھ دن آخرت کے اور نہیں وہ ایمان لانے والے" اور "مقصد یہ ہے کہ دو قسم کے لوگوں کے

ذکر کے بعد تیسرے قسم کے لوگوں کا ذکر باقی ہے اور "بعض" کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان متذکرہ

بالا دو قسم کے لوگوں میں بعض تیسرے قسم کے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور

نہیں وہ ایمان لانے والے یعنی وہ ایمان نہیں لائے ہیں اور نہ لائیں گے اس آیت پاک میں

تین مقصد اور مطلب نمایاں ہیں اول یہ کہ صرف اقراراً باللسان ایمان لانے کی دلیل نہیں ہے دوسرے یہ کہ صرف زبان سے کہنے والے مومن نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس "نہیں ایمان لانے والے" کے بھی دو مطلب صاف سمجھ میں آتے ہیں ایک تو یہ کہ صرف زبان سے کہنے والے ہرگز مومن نہیں ہو سکتے اور دوسرے یہ کہ اللہ پاک کی طرف سے توفیق اور ہدایت ان کے لئے نہیں ہے اور ان کے دل کافر ہیں۔ کیونکہ فرماتا ہے کہ "فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے" اب یہاں پر بالکل صاف ظاہر ہو گیا کہ صرف زبانی اقرار کرنے والوں کا شمار اللہ کے نزدیک جھوٹے فریب دینے والے کافروں میں ہے جو اللہ کو اور ان ایمان لانے والوں کو جو اللہ کے نزدیک صحیح طریقہ پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کے نزدیک مومن ہیں ان کو فریب دیتے ہیں مگر اللہ پاک فرماتا ہے کہ "وہ نہیں فریب دیتے مگر جانوں اپنی کو" اصلیت میں وہ اللہ کو ایمان لانے والوں کو جن کو اللہ کی طرف سے توفیق اور ہدایت حاصل ہے فریب نہیں دیتے بلکہ اپنی جانوں کو فریب دیتے ہیں کیونکہ بالآخر اس فریب دہی اور جھوٹ بولنے کی سزا تو انہیں لوگوں کو جھیلنا پڑے گی۔ پھر اللہ پاک فرماتا ہے کہ "بیچ دلوں ان کے کے بیماری ہے" (یعنی) کفر کی لعنت تو ان کے دلوں میں پہلے سے موجود تھی اس کے ساتھ یہ فریب دینے کا ایک مرض ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا پھر فرماتا ہے کہ "بڑھائی ان کی اللہ نے بیماری" مطلب یہ کہ یہ جو کچھ ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ اس بیماری کو ان کی بڑھا دیا اللہ نے کیونکہ۔ واسطے ان کے ہے عذاب درد دینے والا "مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایمان والوں کے لئے چھٹکارا ہے اور کافروں کے واسطے بڑا عذاب ہے اسی طرح ان مومن ناکافروں کے لئے عذاب ہے درد دینے والا "بسیب اس کے کہ وہ تھے جھوٹ بولتے" (یعنی) فریب دینے جھوٹ بولنے کی سزا میں ان کے لئے درد دینے والا عذاب مقرر

ہوا جو بڑے عذاب سے زیادہ ہے۔

اب چونکہ یہ مومن ناکافر مومنین کے ساتھ ایمان لانے والوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ تشریح اور عبادت گزاری کرتے ہوئے ایمان لانے والوں کو فریب دینے کے لئے شریک حیات ہیں اس لئے ایمان والوں کے لئے بغیر کسی دلیل خصوصاً ہی کے ان مومن ناکافروں کا پہچانا غیر ممکن تھا اس لئے اللہ جل شانہ ان فریب والوں کی شناخت کے لئے دلائل بیان فرماتا ہے تاکہ اللہ پاک کی طرف سے ہدایت یافتہ مومنین کی اور مومن ناکافروں کی صحیح شناخت ہو سکے۔ چنانچہ اول فریب دینے والوں کی یہ شناخت بیان فرماتا ہے کہ جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے مت فساد کرو بیچ زمین کے کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم سنوارتے ہیں "مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ فریب دہی دنیا میں بہت بڑے فساد کا باعث ہے اور وہ اس طرح کہ اگر کسی خاندان کے سیدھے سادھے نافرمان دو چار آدمی بھی ان کے دام فریب آکر ان کے عقائد کے ساتھ متفق ہو کر ان کے ہم خیال ہو گئے تو یقیناً اس خاندان میں ایک فسادِ عظیم پیدا ہو گیا اور اس اختلافِ مذہبی سے آپس میں نفاق کی وہ بنیاد پڑ گئی جو رفتہ رفتہ نسل بعد نسل قلبی عداوت اور قطع تعلقات باہمی کا پیش خیمہ بن جائے گی اور ایک ہی گھر ایک خاندان کے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ چنانچہ دلیل کے طور پر آج سے پچاس برس قبل کی دنیا پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ میں صرف اختلافات عقائد کی بنا پر بلکہ اخوت و محبت کے مسلمانوں میں نفاق و عداوت کا دور دورہ ہے، اور ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف ہے اور اس تمام فسادِ انجیزی کے باوجود جب ان فساد پر پا کرنے والے مومن ناکافروں سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ اور اپنی غلط بیانی سے کسی نافرمان کو گمراہ نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم فساد نہیں کرتے بلکہ گمراہوں کی

اصلاح کرتے ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ "خبردار ہو تحقیق وہی ہیں فساد کرنے والے اور لیکن نہیں سمجھتے" مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک تاکیداً ہوشیار رہنے کے لئے خبر دے رہا ہے اور تحقیق (یعنی یقین) کے ساتھ بتلاتا ہے کہ وہی فسادی ہیں مگر سمجھتے نہیں اور اس کے بعد ایمان لانے والے اور نہ ایمان لانے والوں کی شناخت کے لئے دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ اگر کہا جاتا ہے واسطے ان کے۔ "ایمان لاؤ جیسے کہ ایمان لائے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کیا ایمان لائیں ہم جیسا کہ ایمان لائے ہیں یہ قوف" اس آیت پاک سے اول تو اس کی بالکل تصدیق ہو رہی ہے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک صرف زبان سے ایمان کا اقرار قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ کوئی خاص طریقہ ایمان لانے کا مستند ہے جو دلیل ظاہر ہے ایمان لانے کی اور جو لوگ اس مستند طریقہ سے ایمان لائے ہیں وہی ہدایت یافتہ مومن ہیں بقیہ کافر۔

چنانچہ یہ مومن نما کافران ایمان لانے والوں کو جو ہدایت یافتہ ہیں یہ قوف سمجھتے ہیں اور اس مستند طریقہ سے ایمان لانے کے منکر ہیں اور اللہ پاک کی طرف سے یہ دلیل مومن نما کافران کی شناخت کے لئے مضبوط ہے۔

اب یہاں پر عام طور پر اس کے سمجھنے اور معلوم کرنے کی سخت ضرورت ہو گئی کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے وہ مستند ہدایت یافتہ مومن کون ہیں جو دربار ایزدی میں مقبول ہیں اور وہ کس مستند طریقہ سے ایمان لائے چنانچہ اس معلومات کے تحت بہتر یہ ہے کہ ان خصوصی ایمان لانے والوں کی طرف توجہ کی جائے جو دنیا میں سب سے پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نداء غیبی پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ایمان لانے والے مردوں میں پہلا نام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

اور لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عورتوں میں حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہے جنہوں نے سب سے پہلے دنیا میں نداءِ غیبی پر لبیک کہا اور اپنے ایمان کامل کو جو ان کے متقی دل میں موجود تھا لئے ہوئے اللہ کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

سب سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ایمان لاتا ہوں پس اللہ کے رسول نے اپنا دست حق پرست ابو بکر کی طرف بڑھا کر خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ یا ابو بکر اگر صدق دل سے ایمان لائے ہو تو میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے ایمان کا اس طرح اقرار کرو کہ اول کفر سے توبہ کرو اور اس کے بعد اس طرح اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرو کہ "اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ" چنانچہ ابو بکر صدیق نے اللہ کے رسول کی تعلیم کے مطابق اللہ کے رسول کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کی اور اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اللہ کے رسول کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کی اور ایمان لائے اور عورتوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی ایمان کی بیعت کی اور ایمان لائیں۔

یہ میں وہ مقبول بارگاہِ ایمان لانے والے لوگ جنکی طرف اللہ پاک اشارہ فرماتا ہے کہ "ایمان لاؤ جیسا کہ ایمان لائے ہیں یہ مخصوص لوگ اور یہ ہے وہ مستند طریقہ ایمان لانے کا (یعنی) بیعت الایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر۔

چنانچہ ان متذکرہ بالامومنین کے بعد تمامی صحابہ کرام ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے لوگ اور اس کے بعد خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی اگرچہ ایمان پر بیعت لینے کا یہ طریقہ عام نہ تھا لیکن ایمان لانے والے اسی طرح ایمان لاتے رہے جیسا کہ ایمان لائے لوگ اور اس کے

بعد امان علیہما السلام کے زمانہ میں بھی تمام ایمان لانے والے اسی طرح ایمان لائے جیسا کہ ایمان لاتے تھے وہ لوگ اور اس کے بعد اولیاء کرام و فقراء عظام کے زمانہ میں بھی تمام ایمان لانے والے اسی طرح ایمان لائے جیسا کہ ایمان لائے تھے وہ لوگ اور زمانہ حاضرہ میں وہ لوگ جن کو اللہ جل شانہ کی طرف سے توفیق و ہدایت حاصل ہے اسی طرح ایمان لارہے ہیں جیسا کہ ایمان لائے لوگ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگرچہ بیعت ایمان جاری نہیں رہی لیکن اس کی جگہ وہ بیعت تو یہ ترک منافی شرعیہ جاری ہوگئی جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاری فرمائی تھی اور اس کا سلسلہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ترتیب پا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاری ہوا جس کا مقصد اپنے ایمان کو مضبوط و استوار کرنا اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اپنی سند پہنچا دینا اور اپنے مشائخ کے واسطوں کے آپ تک پہنچ جانا اور ان وسیلوں کے ذریعہ خود آپ کے دست اقدس میں توبہ اور ترک منہیات کا عہد کرنا ہے۔

ان تمامی دلائل مصدقہ سے اس آیت پاک کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک وہی کامل الایمان ہے جو ان ہی شرائط کی رعایت کے ساتھ ایمان لایا جس کی رعایت کے ساتھ اگلے لوگ ایمان لائے تھے اور جو لوگ ان اصول و شرائط کا لحاظ نہیں کرتے ان کے ایمان میں شک کی گنجائش رہتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ اس بیعت مشروعہ سے انکار کرتے ہیں جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے اور ایسی بیعت کرنے والوں کو بیوقوف کہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ پاک ایمان والوں کو خبردار فرماتا کہ ”خبردار ہو تحقیق وہی ہیں بیوقوف لیکن نہیں جانتے“

۱۹۱۳۹۲

نہیں جانتے اس لئے کہ اللہ پاک کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور فریب دینے کی بیماری بھی بڑھائی گئی ہے۔

اب یہاں پر اس کی بھی تصدیق ہو رہی ہے کہ صرف زبان سے کسی بات کا کہنا اور چیز ہے اور ایمان لانا (یعنی) اقرار کرنا اور چیز ہے۔ ایمان لانے کا مطلب (کہنا نہیں) بلکہ اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرنا ہے چنانچہ کوئی اقرار کبھی تنہا نہیں ہو سکتا بلکہ ہر اقرار کے لئے کسی واسطے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ضروری ہو گیا کہ ایمان کے اقرار کے لئے بھی اللہ کے رسول کو شاہد بنا کر اس کا واسطہ پکڑا جائے۔

گو یہ مومن نما کا فرد دوسروں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اور صرف کہنے کی کفالت کی دلیل میں حدیث نبوی پیش کرتے ہیں کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یہ حدیث نبوی تو اپنی جگہ بالکل صحیح اور مضبوط ہے مگر یہ فریب دینے والے اس کا مقصد غلط سمجھاتے ہیں حقیقتاً اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور اس پر مضبوطی سے قائم بھی رہا وہ جنت میں ضروری داخل ہو گا اور مضبوطی سے قائم رہنے کے عہد کو بیعت کہتے ہیں اور اگر کسی شخص نے ایسا عہد نہیں کیا اور نہ وہ گناہوں سے اپنے کو بچاتا رہا تو اس کا دوزخ سے بچنا کیسے لازم آئے گا جبکہ قرآن میں ان گناہوں کی سزا کا یقین دہایا گیا ہے۔

اللہ جل شانہ نے یوں تو اپنے کلام پاک میں بیشتر مقامات پر ایمان اور ایمان لانے والوں کا ذکر فرمایا ہے مگر خصوصی طور پر چھ بیسویں سورت میں سورۃ الفتح کے دسویں رکوع میں صرف بیعت کی دینا اس ایمان کے اقرار کی تعمیل و تکمیل اور خصوصی طور پر ان ایمان لانے والوں کے ساتھ اپنی خصوصی محبت اور عنایت اور اس اقرار کے پورا کرنے والوں کے لئے جزا اور اقرار کرنے

کے بعد اس اقرار کو توڑنے والوں کے لئے سزا عرصہ تک تمامی خصوصیات بیعت نہایت تشریح کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے (الجنہا جیم سورۃ الفتح ج ۱ ص ۹)

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ غالب

حِكْمًا ۚ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

حکمت والا تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانیہ والا تاکہ

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَرِّوهُ وَتُقِرُّوهُ ۗ وَسَجِدُوا

سنگھ بیمان لاؤ تم بساگھ اللہ کے اور رسول اسکے کے اور قوت دو اس کو اور تعظیم کرو اس کی اور تسبیح کرو اللہ کی

بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكُمَا يَبَايِعُونَ

صبح اور شام تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہیں تجھے سوائے اسکے نہیں کہ بیعت کرتے

اللَّهُ ۗ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ

ہل اللہ سے ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے کے پس جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اور

نَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أُوْفِيَ بِمَا عٰمَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ جُرْءُ عَظِيمًا ۚ

جان رہی کے اور جس نے دنیا کی ساگھ اس چیز کے کہ عہد کی ہے اور اسکے اللہ سے پس شباب دیویگا اس کو ثواب بڑا

فرماتا ہے اللہ جل شانہ کہ "اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ

ہے غالب حکمت والا یہاں پر غالب حکمت والے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا کوئی فعل حکمت سے
 خالی نہیں ہوتا ہے چنانچہ اپنے حبیب سے اپنی حکمت کا اظہار فرماتا ہے کہ "تحقیق بھیجا ہم نے
 تم کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا" تحقیق کے معنی یقیناً ہم
 نے بھیجا تم کو اور اس بھیجنے میں ہماری یہ حکمت ہے کہ ہم نے تم کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا اور
 گواہی کس چیز کی؟ ایمان لانے والوں کے ایمان کی (یعنی) اقرار کی اور خوش خبری دینے والا
 کس کو؟ ایمان لانے والوں کو جنت کی اور ڈرانے والا کس کو؟ نہ ایمان لانے والوں کو
 عذاب جہنم سے اور اس کے بعد حکم دیتا ہے عام لوگوں کو کہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس
 کے (یعنی) اسے لوگوں کو اقرار کرو اللہ جل شانہ کی و عدانیت اور مبعودیت کا اس کے بھیجے ہوئے
 رسول کو گواہ بنا کر جو ہماری طرف سے تمہارے ایمانوں کا گواہ ہے اور خوش خبری دینے والا ہے
 تم کو ہماری رحمت اور ثواب کی اور ڈرانے والا ہے ہمارے مذاب سے۔ اللہ جل شانہ کے
 اس حکم عام میں یہ صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ کے ساتھ اللہ کا رسول اس کی خصوصی حکمت
 ہے اور اس قدر باہمی وصل ہے کہ اللہ سے اللہ کا رسول کسی صورت میں جدا ہو ہی نہیں سکتا
 اس لئے ایمان لانے کی اولین شرط یہ ہے کہ "ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور رسول اس کے کے"
 مطلب یہ ہوا کہ بغیر اللہ کے رسول پر ایمان لانے پر ایمان لایا ہی نہیں جاسکتا۔ اللہ کے
 رسول پر ایمان لانا گویا اللہ پر ایمان لانا ہے اور اسی لئے ایمان لانے والوں کے لئے دوسری
 شرط اور ایمان لانے کی دلیل یہ ہے کہ مدد و اس کو (یعنی) اللہ کے رسول کو کیونکہ اس کو مدد دینا
 اللہ کو مدد دینا ہے اور مدد دینے کا مقصد یہ ہے کہ دامے درمے سخنے قدمے غرضکہ ہر وقت
 اور ہر صورت میں اس کی خدمت اور اطاعت کے لئے مستعد رہو۔ اور فرماتا ہے کہ تعظیم کر اس
 کی (یعنی) اس کی عظمت اور بزرگی کا احترام و ادب کو اس طرح دل میں قائم رکھو کہ یہ یقین

ہو جائے کہ اس کا احترام اللہ جل شانہ کا احترام اور اس کی تعظیم اللہ جل شانہ کی تعظیم ہے اور اس کا حکم اللہ پاک کا حکم ہے "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" اور یہ سب کچھ اس لئے کہ تم صبح و شام و ہر وقت اللہ پاک کی تسبیح میں مشغول رہو۔

چنانچہ یہی وہ حکمت ربانی ہے کہ جس کی وجہ سے ایمان نہ لانے والے بیعت کے منکر ہیں اور فریب دینے والے ایمان نہیں لاسکتے "جیسا کہ ایمان لائے ہیں لوگ" اور اس کے بعد اللہ پاک اپنے حبیب کو اس بیعت کی حکمت سمجھاتا ہے کہ "تحقیق وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے کے"

مطلب یہ ہے کہ تحقیق (یعنی) یقین کے ساتھ وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے (یعنی) اللہ کے رسول کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے اور اللہ کے رسول سے بیعت اللہ سے عہد کرنا ہے اور ایمان لانے والوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے یہاں پر اس کے دو معنی پیدا ہوئے اول ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے کے "یعنی" اللہ پاک کی جانب سے ہدایت یافتہ ہیں اور دوسرے یہ کہ ایمان لانے والوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (یعنی) اللہ کی عنایات خصوصی ان ایمان لانے والوں کے ساتھ ہے اور ان کا ہاتھ اللہ کی حفاظت میں ہو گیا۔ اور پھر فرماتا ہے کہ "جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اوپر جانوں اپنی کے" مطلب یہ ہے کہ جس نے بیعت (یعنی) اللہ سے عہد کرنے کے بعد اقرار کو پورا نہ کیا (یعنی) اپنے دستگیر کو مدد نہ دی اور اس کی تعظیم اور اطاعت نہ کی اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے عہد توڑ دیا پس اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس نے عہد توڑا تو اس نے دراصل اللہ سے عہد نہیں توڑا بلکہ اپنی جان پر عہد توڑا کیونکہ وہ اللہ کی رحمتوں اور عنایتوں اور اللہ کی کفالت سے دور ہو گیا اور پھر فرماتا ہے کہ جس نے اس عہد کو جو اللہ سے کیا ہے پورا کیا

یعنی اپنے دستگیر کو ہر طرح مدد دی اور اس کی اطاعت کی تو اس اطاعت کی اس کو اللہ پاک دنیا و عقبی میں بڑا ثواب عنایت فرمائے گا۔

اللہ جل شانہ نے ان متذکرہ بالا آیات کریمہ میں "لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" یعنی ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس کے کے "کا حکم عام صادر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کے ایمان لانے کا ایک مخصوص طریقہ بالشروط تعلیم فرمایا ہے چنانچہ ہر وہ ایمان لانے والا جو ایمان لایا اللہ کے مستند طریق سے (یعنی) "جیسا کہ ایمان لائے ہیں لوگ" اور شروط بیعت کی تکمیل کی تو اس کے ہاتھوں میں اللہ کے رسول کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کے ہاتھوں کے اوپر بھی اللہ کا ہاتھ ہے۔ (یعنی) یہ اللہ جل شانہ کی خصوصی حکمت ہے کہ اس حکمت سے ایمان لانے والوں کو اپنی حمایت اور حفاظت میں لے لیا۔ اور دین و دنیا میں فلاحیت اور بڑے ثواب کی خوشخبری عطا فرمائی۔

اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے اللہ کے مستند طریق سے (یعنی) بیعت کے منکر ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا منکر کافر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک اسی سورۃ کے اسی رکوع میں فرماتا ہے کہ "وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا" (یعنی) اور جو ایمان نہ لایا ساتھ اللہ اور رسول اس کے کے پس تحقیق تیار کی ہے ہم نے واسطے کافروں کے دوزخ "چنانچہ اس نداء غیبی کا اصل مقصد یہ ہوا کہ اللہ جل شانہ دنیا کے لوگوں کو خبردار کر رہا ہے کہ اے لوگو اگر تم اپنی دین و دنیا کو کامیاب بنانا چاہتے ہو تو اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو تم دین و دنیا میں یقین کے ساتھ کامیاب رہو گے" وکفی باللہ نصیراً" اور اللہ کو پکڑنے کا واحد طریقہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور ایمان (یعنی) اس اقرار کو وفا کرنے کی دلیل

اطاعت کرنا ہے اس کے رسول کی اور اطاعت رسول کی دلیل اطاعت و محبت اور طہیت رسول اللہ ہے جس کی دلیل اطاعت و شکر ہے یا وہ ہے کہ ان فریب دینے والے لوگوں میں قسم قسم کے عقیدہ رکھنے والے لوگ ہیں چنانچہ فی زمانہ ایسے لوگ بھی ہیں جو وجود باری تعالیٰ ہی کے منکر ہیں اور جب وہ وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں تو وہ اللہ کے رسول اور اہل بیت رسول اللہ کے کس طرح قائل ہو سکتے ہیں۔

مگر چونکہ اللہ جل شانہ کے وجود کو موجود یقین کرنے والے اور اللہ پر ایمان لانے والے۔ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے رسول کے وجود کو وجود باری تعالیٰ سے وابستہ اور اللہ پاک کا خصوصی واسطہ تسلیم کرتے ہیں اور اہل طہیت رسول اللہ و اہل علیہ السلام کو اللہ کے رسول سے وابستہ اور اللہ پاک کا خصوصی واسطہ جانتے ہیں، نیز اسی طرح اولیاء کرام و فقراء عظام کو بھی اہل طہیت رسول اللہ سے وابستہ اور اللہ پاک کا خصوصی واسطہ یقین رکھتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل طہیت رسول اللہ و نیز اولیاء کرام و فقراء عظام کے متعلق بھی بالذلیل مختصراً وضاحت کر دی جائے تاکہ ایمان لایا نہ والے فریب دینے والوں کے فریب میں نہ آسکیں۔ "اللہ یحب الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب" اللہ جل شانہ کے وجود کے لئے کسی جدید دلائل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ از ابتدائے آفرینش عالم تمام انبیاء علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بے شمار دلائل ظاہری پیش کرتے رہے ہیں اور بعد خاتمہ نبوت غلامان محمد رسول اللہ (یعنی) اولیاء کرام و فقراء عظام نے ایسے مدلل دلائل وجود باری تعالیٰ کی دلیل میں پیش کئے کہ لائقہ ادعائے پرست حلقہ جگوش اسلام ہو گئے اور اللہ جل شانہ کا وجود برحق ہونے اور اس کے معبود و وحدہ لا شریک ہونے کا دنیا کے بہت بڑے حصہ

نے یقین کر لیا کہ اللہ جل شانہ کا وجود وحدت الوجود ہے۔ اللہ کے رسول محمد رسول اللہ کا وجود حبیب رب العالمین ہونے کی خصوصیت سے وجود باری تعالیٰ سے وابستہ اور کائنات عالم کی تخلیق سے پہلے بھی وجود باری تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہی نہیں بلکہ باعث تخلیق ہیجہ ہزار عالم تھا اس لئے یہ وجود بشری نہیں ہے بلکہ "مشکم" کی دلیل سے دنیا میں مثل بشر کے مبعوث ہوا۔ وجود بشری نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ وجود حبیب رب العالمین ہے اور چونکہ عشق کبھی غیر جنس سے نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ جل شانہ کا بھی کسی خاک کے پتلے بشر پر عاشق ہونا غیر ممکن ہے اور اگر ممکن ہوتا تو اول البشر حضرت آدم علیہ السلام پر عاشق ہوتا اس لئے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور کائنات کا وجود حقیقی عنابر بشری سے پاک تھا چنانچہ اس کی تصدیق کے لئے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "انا من نور اللہ" میں اللہ کے نور سے ہوں (یعنی) سردار دو عالم کا وجود نوری جسم نوری کے ساتھ لباس بشریت میں مبعوث ہوا اور حضور کے جسم نوری ہونے کی دلیل میں یوں تو سرور کائنات خود ہی سراپا مہموزہ اور مجسمہ دلائل نوری تھے لیکن مختصراً صرف وہ مشہور و معروف دلائل جو جسم نوری ہونے کی دلیل میں کافی ہیں یہ ہیں کہ حضور کے جسم مبارک کا عرق (یعنی) پسینہ عطر نوری ہونے کی دلیل سے تمام دنیا کے خطروں سے مافوق تھا حتیٰ کہ جس کو چہ سے تشریف لے جاتے تھے وہ راستہ مسطر ہو جاتا تھا اور یہ ظاہر ہو جاتا تھا کہ حضور والا اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں ڈھری دلیل یہ ہے کہ حضور کے جسم مبارک پر کبھی کبھی نہ بیٹھ سکی اور تیسری خصوصیت دلیل یہ ہے کہ حضور کے جسم نوری کے سایہ نہ تھا ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کا وجود نوری تھا اور جسم نوری کے ساتھ لباس بشریت میں دنیا میں تشریف لایا۔ اس جیسا وجود نہ تھا اور نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے یہ وجود اپنی مثال صرف آپ تھا اور ان تمام بے

مثالیوں کے ساتھ دنیا میں تشریف آوری کی دلیل سے یہ وجود نادر الوجود ہے (یعنی اللہ جل شانہ کا وجود نور ذاتی ہے اور وحدت الوجود ہے اور اس کے حبیب کا وجود نور صفاتی ہے اور نادر الوجود ہے اور اسی لئے اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کے وجود نادرہ کو خصوصی طور پر دلائل نادرہ سے مستند فرمادیا چنانچہ اول دلیل یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا من اللہ انبیا علیہ السلام کے ذریعہ اعلان ہوتا رہا دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح آسمان پر چاند اور ستاروں کی موجودگی میں سورج کا وجود نادرہ (طلوع ہونے پر چاند اور ستارے باوجود موجود ہونے کے نہیں کے برابر (یعنی) ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ وجود نادرہ بھی امام العالمین اور خاتم النبیین کی حیثیت سے دنیا میں مبعوث ہوا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ وجود اللہ جل شانہ کے نور سے ہے اس لئے حبیب رب المشرقین و مغربین کی حیثیت سے تشریف لایا اور یہ وہ دلائل نادرہ ہیں جو بجز ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کا حصہ نہیں یا وہ وجود نادرہ جو اہلبیت رسول کریم کے نبی واسطہ سے دنیا میں مبعوث ہوں گے ان کی ذات میں بھی ان دلائل نادرہ کا بطور دلیل ہونا ضروری ہوگا۔

اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں تو تمامی آل و ازواج مطہرات شامل ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے اراداً پاک فرمایا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

سوائے اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور کرے تم سے پلیدی سے اس کے گمراہوں

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا

مگر اہلبیت خصوصاً وہ ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کے نادرہ وجود کے ساتھ وجود نادرہ میں شامل فرما دیا ہے جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمامی اہل بیت میں خصوصی فضیلت حاصل ہے کیونکہ انسانوں میں صرف علی کرم اللہ وجہہ کی ہی ذات ایک ایسی ذات ہے جو بغیر دلائل نادرہ براہ راست اللہ جل شانہ کے ارادہ خصوصی سے وجود نادرہ میں شامل ہوئے۔

جس کی اول دلیل یہ ہے کہ جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر ایمان کی بیعت کر رہے تھے اسی وقت اللہ جل شانہ کی جانب سے رسول اللہ پر وحی نازل ہوئی کہ "اے محمد کہہ دو علی سے کہ یہ ہاتھ جو تمہارے ہاتھ میں ہے یہ رسول کا نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ ہے" یہ وحی حضرت علی کے لئے انتہائی خصوصی تھی کیونکہ حضرت علیؑ دیدہ و دانستہ اللہ کے رسول کا ہاتھ پکڑے تھے چنانچہ اس وحی سے مطلع ہو کر حضرت علی نے تصدیق طلب نگاہوں سے اللہ کے رسول کے روئے انور پر نظر ڈالی تو اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی اس دنیا کے نور میں پایا جہاں اللہ اور اللہ کے رسول کے نور کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ تمامی حجابات بے نقاب تھے اور اس طرح حضرت علیؑ تمام اسرار الہیہ سے باخبر ہو گئے اور تصدیق کے ساتھ نور میں ٹرا کر نور ہو گئے یہ تھا وہ ارادہ خصوصی جس کے واسطے حضرت علیؑ کا وجود نادرہ ہو گیا کیونکہ کسی بشر کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوئی ہر ایمان لانے والا اللہ کے رسول کے واسطے سے اللہ کے رسول کا ہاتھ پکڑ کر اللہ اور اس کے رسول پر لایا مگر حضرت علیؑ اللہ کے رسول کے واسطے سے اللہ کا ہاتھ پکڑ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ چنانچہ سیکڑوں احادیث حضرت علیؑ کی خصوصیت اور فضیلت کے متعلق و نفاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ: **حدیث: اخرج البزاز والطبرانی والترمذی**

والحاکم عن علی - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "انا ہدیۃ اللہ لعلم علی بابہا (دیگر)
 فمن اراد العلم فلیات الباب فی اشرفی (دیگر) انا دار الحکمة وعلی بابہا" علاوہ
 ازیں کثرت سے احادیث موجود ہیں جن سے حضرت علی کا افضل البشر اور وارث ارث
 مصطفوی ہونا ثابت ہے اور بظاہر بھی اظہر من الشمس دلیل یہ ہے کہ بعد رسول کریم وبتسلیم
 کے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول نہیں ہوئے۔

خلیفہ - نظامی حیثیت کے اس رکن کو کہتے ہیں جو مالک کی مرضی اور احکامات کے
 مطابق نظام قائم کرنے کے لئے بصورت وزیر قائم کیا جاتا ہے اور کارہائے وزارت کا
 حسب الحکم مختار ہوتا ہے۔

وارث - ذاتی و صفاتی حیثیت کے اس مالک کو کہتے ہیں جو ولی عہد کی حیثیت سے
 مالک کی تمام ملکیت کا وارث ہونے کی حیثیت رکھتا ہے اور مالک کے بعد مختار کل ہوتا
 ہے ایک بادشاہ کا ایک ولی عہد اور اولیاء اللہ کا ایک جانشین ہوتا ہے جو وزیر یا خلیفہ
 نہیں ہو سکتا۔

چونکہ حضرت علی من اللہ وارث ارث مصطفوی قرار پائے تھے اور وہ علم لدنی
 اور معرفت الہیہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کے درمیان خصوصی تھا من اللہ خصوصیت
 کے ساتھ حضرت علی کو تفویض ہو چکا تھا اس لئے حضرت علی اول خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے
 تھے کیونکہ اگر حضرت علی اول خلیفہ ہو جاتے تو تمام خصوصیات ناورہ کا خلیفہ دویم میں منتقل
 ہونا ضروری ہو جاتا اور یہی سبب تھا کہ حضرت علی بجائے خلیفہ اول ہونے کے بالدلیل
 ناورہ آخری خلیفہ خاتم الخلفین ہوئے۔ اللہ جل شانہ کے اس ارادہ خصوصی سے یہ صاف
 ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ نے یہ نظامی ترتیب اس وجہ سے ضروری سمجھی تاکہ اس کے حبیب

۱۲
کیلئے دنیا کے چپہ چپہ پر مامور کی گئیں۔ ان کے مراتب بالترتیب شہنشاہ سے لے کر پیادہ تک
ادنیٰ اور اعلیٰ ہوتے ہیں جو حسب استطاعت تقویٰ ہوتے ہیں اور ترقی و تنزلی کا امکان بھی
ہوتا ہے۔ ان کا حلقہ اختیار بحیثیت درجہ محدود ہوتا ہے چنانچہ اس وقت تک لا تعداد

اولیاء اللہ دنیا میں تشریف لائے اور تاقیامت یہ سلسلہ نظام سلسلہ طریقت کے تحت
جاری رہے گا۔ اور ایمان لانے والے ایمان لاتے رہیں گے۔ جیسا کہ ایمان لانے
ہیں لوگ۔

فقر اور عظام۔ فقیر اللہ کے عاشق کو کہتے ہیں۔ اور عشق وہ نادرہ خصوصیت
ہے جو اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان روز ازل سے موجود تھی۔ عشق ایک خصوصی
بھید ہے اللہ کا۔ عشق خصوصیت نادرہ ہے اس لئے عاشق کا شمار نادرہ الوجود ہستی میں ہے
عاشق نظام سے علیحدہ ہوتا ہے اس لئے نہ وہ حاکم نہ محکوم۔ فقیر کا درجہ اور منزل صرف
عشق ہے جو علم و عقل سے بالاتر۔ فقیر کا حلقہ اختیار غیر محدود بلکہ یکساں طور پر تمام دنیا
پر مسلط۔ عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام۔ اگر عاشق کی زبان سے کوئی غلط بات بھی
نکل جائے تو اللہ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں
اور اسی گم ہونے کو وصل کہتے ہیں۔ چونکہ منزل عشق خصوصیت نادرہ ہے اور سخت
دشوار گزار ہے اس لئے اولیاء کرام کی تعداد بے شمار ہے مگر فقیر بظاہر صرف ایک۔ یہ
تو نہیں کہا جاسکتا کہ عاشق اللہ دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوتے مگر یہ ضرور کہا جاسکتا ہے
کہ فقیر چونکہ تمام خصوصیات نادرہ کا حامل ہے اس لئے وجود ظاہری ہونے پر اس کا
وجود نادرہ الوجود ہستی شمار ہوگا اور اس لئے یہ یقین اور دلیل کے ساتھ کہا جاسکتا ہے
کہ بالدلیل کوئی فقیر بظاہر دنیا میں نہیں آیا۔ صرف ایک وجود ایسا آیا جو بالدلیل فقیر

اور نادر الوجود ہستی کہا جاسکتا ہے اور دنیا کے اس آخری دور میں وہ من اللہ تسمیٰ خصوصیاتِ نادرہ کے ساتھ و نیز خصوصی لباسِ فقر کے ساتھ مبعوث ہوا (یعنی)

حضرت حاجی الحرمین۔ آل حسن و الحسین۔ صاحب الفقر و دلا۔ وارث گلگلوں قبا۔
مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ۔ کاظمی الحسنی الحسینی اعلیٰ مقامہ۔

نادر الوجود ہستی۔ ہونے کی سب سے پہلی دلیل تو یہ ہے کہ یہ ذات پاک صحیح
النسب سادات کاظمی سے ہے اور غیر کفو کی مشارکت سے بے داغ۔ صلی اللہ علیٰ محمد
و علیٰ آلہ وسلم۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور کی تشریف آوری کا اعلان سینکڑوں برس قبل اولیاء
کرام کے ذریعہ ہوتا رہا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اولیاء کرام نے حضور کے نادر الوجود ہونے کی بھی شہادت دی۔
چوتھی دلیل یہ ہے کہ چونکہ کسی نادر الوجود کے وجود ہونے پر موجودہ وجود
ہونے کے باوجود نہیں کے برابر ہو جاتے یعنی ختم ہو جاتے ہیں (مثلاً آفتاب کے
طلوع ہونے پر ستارے باوجود موجود ہونے کے ختم ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔
اسی طرح اس نادر الوجود ہستی کی تشریف آوری کے بعد تمام اولیاء اللہ یا وجود موجود
ہونے کے نہیں کے برابر ہو گئے (یعنی ختم ہو گئے) اس کے لئے یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ یہ
ذات خاتم النبیین السادات تشریف لائی۔ اور بالدلیل بھی اس ذات نادرہ صفات کی
تشریف آوری کے بعد سے اس وقت تک کسی اولیاء اللہ کا بظاہر نزول نہیں ہوا
اور بموجب پیشین گوئی اولیاء اللہ نہ ہو سکتا ہے۔

پانچویں دلیل حضور کا نادرہ لباسِ فقر ہے (یعنی ایسا احرام ہے جو اس سے پہلے

نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا اور اس لباس کے مستند باللہ اور عالی مرتبہ و نیز عاشق اللہ
(یعنی) فقیر کے لئے من اللہ خصوصاً ہونے کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ اس نادر الوجود ہستی کے
وجود کے بعد اعلان من اللہ کے تحت دو ہستیاں دنیا میں تشریف لانے والی ہیں۔
(۱) حضرت امام مہدی آخر الزماں - دویم - حضرت عیسیٰ علیہ السلام -

چنانچہ حضرت امام مہدی آخر الزماں وجود کی حیثیت سے بالبدیل نادر الوجود
ہستی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود چونکہ نبی کی
حیثیت - موجود ہے اس لئے ان کی تشریف آوری نادر الوجود ہستی میں شمار نہیں ہو سکتی
وہ نبی کی حیثیت سے تشریف لائے تھے اور نبی کی حیثیت سے موجود ہیں مگر اب
چونکہ خاتم النبیین تشریف لے چکے ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کی حیثیت سے
تشریف نہیں لاسکتے چونکہ اول نواویاء اللہ کا درجہ انبیاء علیہ السلام سے کمتر ہے دوسرے
خاتم النبیین بھی تشریف لے چکے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کی حیثیت سے بھی تشریف
نہیں لاسکتے - (یعنی) موجودہ درجہ اور کمتر درجہ دونوں ختم ہو گئے اب اگر کوئی درجہ انبیا
کے برابر یا انبیا سے اعلیٰ ممکن ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاسکتے ہیں۔
قرآن کریم و حدیث نبویہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یقینی نزول ثابت ہے
ولیکن اس کی تشریح نہیں ہے کہ کس حیثیت سے تشریف لائیں گے مگر حدیث سے یہ ضرور
ثابت ہے کہ وہ نبی کی حیثیت سے تشریف نہیں لائیں گے چنانچہ اس لباس میں بھی تشریف
نہیں لائیں گے کہ جس لباس میں ماقبل (یعنی) نبوت کے وقت ملبوس تھے بلکہ حدیث
شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیلا احرام نصف باندھے اور نصف اوڑھے سر برہنہ
بالوں کی لٹوں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے اور برہنہ یا تشریف لائیں گے۔

اس حدیث کی شہادت سے صرف لباس عیسوی ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اور درجہ کا پتہ چلتا ہے کہ کس حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ اور یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس لباس کا مرتبہ یا تو انبیاء علیہ السلام کے مرتبہ سے اعلیٰ ہے یا برابر۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ لباس مستند من اللہ ہے۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پہلے اس کو استعمال نہیں کیا ہے اس لئے یہ لباس عیسوی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ لباس نادرہ خصوصی ہے حضرت مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہ کے لئے جو نادر الوجود سستی کی دلیل سے فقیر یعنی عاشق اللہ کی حیثیت سے تشریف لائے اس لئے یہ لباس لباس وارثی ہے اور حضرت عیسیٰ لباس وارثیہ میں دنیا میں تشریف لائیں گے۔ صلی اللہ علی محمد و علی آلہ وسلم۔

ان تمام دلائل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ سلسلہ طریقت ایلیت اطہار سے شروع ہو کر ایلیت پر ختم ہو گیا اور یہ سلسلہ وارثیہ آخری سلسلہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

نادر الوجود سستی ہونے کی دلیل میں حضرت صاحب الفقر والولاء وارث گلگوں قبا مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہ کا اسم گرامی ہی وارث ارث مرشوم ہونے کی دلیل سے با مسمیٰ ہے علاوہ ان میں تمامی حیات خصوصیات نادرہ کی منظر ہے۔ جو اپنی جگہ پر پر نادرہ اور بے مثال ہیں۔ صلی اللہ علی محمد و علی آلہ وسلم۔

و لکن اللہ یهدی من یشاء و هو علم بالمتدین

نادرہ اور بے مثال ہونے کی دلیل اور ناظرین کے تعارف کے لئے مختصر نادرہ خصیات سلسلہ وارثیہ کی اور مختصر سوانح حیات مع مصنوعات وارثیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

سلسلہ وارثیہ

حقیقت تو یہ ہے کہ جب اس وارث حقیقی نے اپنی شان وراثت ظاہر فرمانے کے لئے اپنے ہی نور سے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ کا ظہور فرمایا اور ان کو اپنا ایسا ذات العالمین قرار دیا کہ باعث تخلیق بمجہدہ ہزار عالم فرمادیا تو حقیقتاً اسی روز سلسلہ وارثیہ کی بنیاد پڑ گئی۔ گویا حقیقت کے تحت کائنات عالم میں اویں سلسلہ وارثیہ جاری و قائل ہو گیا اور چونکہ تمامی عالم اسی وارث العالمین جناب محمد رسول اللہ کے طفیل میں ظہور پذیر ہوئے اس لئے دنیا کی تمام مخلوق وارثی ہو گئی۔

یہ تو کہ اس وارث حقیقی کو یہ بھی منظور تھا کہ دنیا کو "ہوالاول ہوالاخر" کی تصدیق ہو جائے۔ اس لئے دنیا کے اس آخری دور میں جبکہ دنیا فرمان مصطفوی کے مطابق حقیقت سے زور ہو جانے والی تھی۔ مسلمانوں میں نفاق اور افتراق کے آثار نمایاں ہو چکے تھے۔ اکثر پیغمبری اور رسالت کے دعوے دار ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ بیشتر نسلی سلسلے اور سجادگی کی آڑ پھوڑا کر سلسلہ بیعت کو اپنی نام و نمود و شکم پڑی کا ذریعہ بنانے کے لئے سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر مکر بستہ ہو رہے تھے کہ یکایک اس وارث حقیقی نے گمراہوں کو ہدایت فرمانے اور صحیح راستہ دکھلانے کے لئے بلا واسطہ براہ راست اپنے مجسمہ نوری (یعنی ایجتہن پاک سے خصوصی طور پر ایک نادر الوجود ذات کو وارثیت پنجبستی کا اسم باسملی وارث بنا کر تمامی محاسن پنجبستی کے ساتھ نسل حضرت امام حسین عالی مقام کی چھبیسویں پشت میں حضرت امام ابن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے

ظاہر فرمایا۔ اور ۳۳۳ مطابقت حکم سفر کو سر زمین دیوہ شریف نسلع بارہ بنگی۔ یو۔ پی۔ او۔ ۵
ہندوستان سے اس آفتاب فقر و ولایت نے طلوع ہو کر دنیا کو نور و رات سے منور فرمانا
شروع کر دیا۔ تاملی اولیاء اللہ جن کو من اللہ سینکڑوں برس قبل وارث ارث بختی کی تشریف
آوری کی خبر مل چکی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کر رہے تھے۔ طالبان حق پر وادار
اس شمع فقر و ولایت پر اپنا تن من دہن قربان کرنے لگے۔ چونکہ نادرا الوجود ہستی کی خصوصی
خصوصیت صاحب الحشق ہونا بھی ضروری ہے اس لئے اس وارث ارث مرقنوی و
مصطفوی کی خصوصیت عشق اس قدر عالم آشکارا تھی کہ جس کی نظر روئے نور پر پڑی عشق
کا شکار ہو گیا اور بلا تفریق مذہب و ملت اس کو شان بختی نظر آ گئی۔ دل کہو دیا اور صاحب تصدیق
ہو گیا۔ سلسلہ وارثیہ کی نادرہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ سلسلہ براہ راست بختی پاک
سے منسلک ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور و ارث پاک نے جس خوش
نصیب کی بیعت اپنے دست حق پرست پر لی تو دیگر سلسلوں کی طرح نہ تو کسی اور کو
نام ادا کرایا اور نہ کبھی کسی کو شجرہ عنایت فرمایا بلکہ برخلاف اس کے صرف بایں اعطاء اقرار کرنا
کافی سمجھا "ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا بختی پاک کا۔ خدا کا۔ خدا کے رسول کا" اس کا حسب
نظاہر ہے کہ چونکہ وارث پاک کا سلسلہ براہ راست حسن العینی ہے اور بختی پاک سے
عشق کامل کا افاضا ہوا ہے اسی لئے حضور نے رسماً بھی کسی بزرگ کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اپنے
ہر غلام کو بختی پاک کی حمایت میں دے دیا۔ اور شجرہ وغیرہ کے تعلق صاف طور پر اس طرح
ارٹنا دفرمایا کہ "شجرہ وغیرہ ایک ایسی چیز ہے یہاں دل کے شجرہ سے کام ہے" مقصد یہ ہے
کہ سلسلہ وارثیہ کا شجرہ صرف بختی پاک کے احکامات کے تحت محدود ہے۔

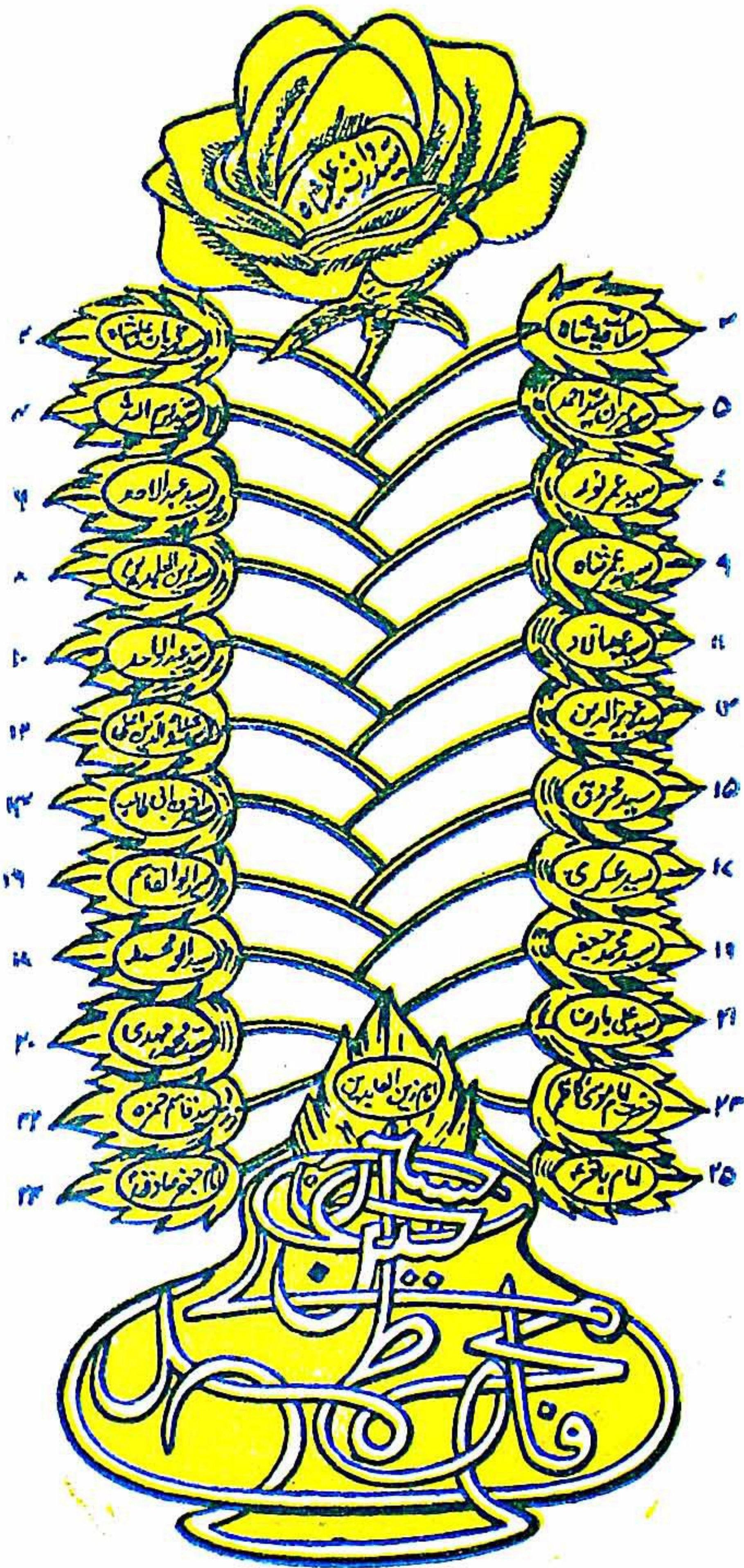
دوسری خصوصیت نادرہ تصدیق ہے جو بختی پاک سے گھر کی خصوصیت نادرہ

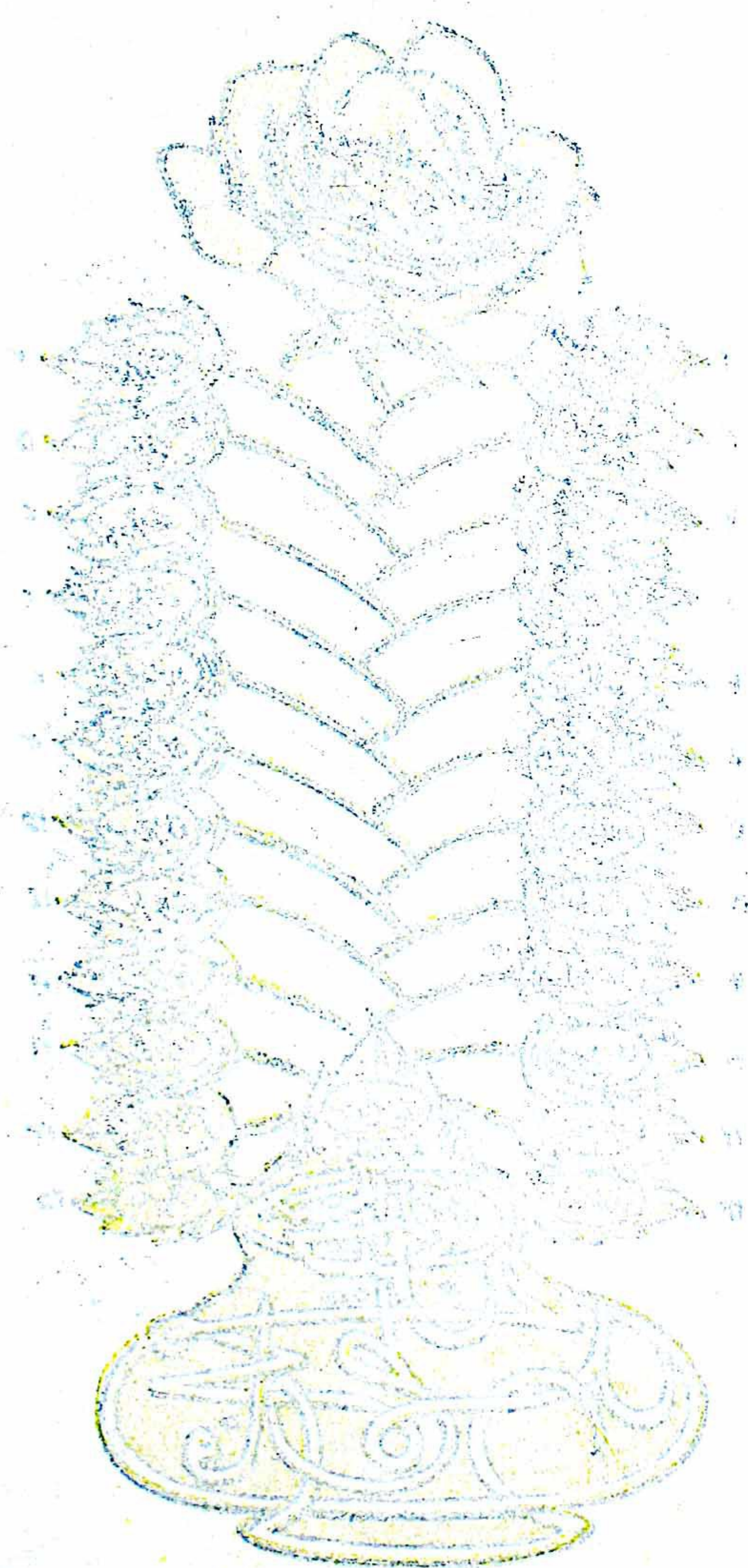
ہے۔ چنانچہ حضور و ارث پاک نے اپنے گھر کی اس خصوصیت کو ایسا عام فرمایا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ جس کسی کو حضور سے کسی قسم کا تعلق ہو اور وہ صاحب تصدیق ہو گیا۔

تیسری خصوصیت نادرہ یہ بھی ہے کہ سلسلہ وارثیہ میں نبی خلافت جانشینی یا سجادگی قطعی ممنوع ہے۔ بر خلاف اس کے اس وارث ارث مصطفوی و مرتضوی نے وہی طریقہ پسند فرمایا جو حضور کے جدِ اعلیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا تھا (خلافت انبی کا سلسلہ بھی نبی سلسلہ میں منتقل نہیں ہوا) چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "ہماری منزل عشق ہے جو دعویٰ جانشینی کا کرے وہ باطل ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ہو۔ چار ہو یا خاکروب۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔" اسی لئے سلسلہ وارثیہ میں کوئی مخصوص سجادہ یا جانشین نہیں ہے بلکہ بظاہر صرف فقراء و عیال کو اس وارث عالم نواز نے اپنی محبت کی سند میں لباس فقر عطا فرما کر اپنا نمونہ الفت بنا دیا ہے اور جن کی زندگی کا حاصل تمامی دنیاوی مشاغل سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے وارث سے ہی نیاز رکھنا ہے۔

چوتھی نادرہ خصوصیت تعلیم ہے۔ فرمایا کہ محبت کرو۔ محبت ہی میں سب کچھ ہے محبت نہیں تو ناز روزہ سب بیکار ہے۔ گویا محبت ہی سلسلہ وارثیہ کی خصوصی تعلیم ہے اور صرف محبت ہی کو مقصد حیات بنا دیا گیا ہے اور اس تعلیم میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ بالتوفیق ہے چنانچہ حضور کے ہر غلام کو محبت میں کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس سلسلہ وارثیہ میں تمام باتیں اور تمام طریقے ہی نادرہ اور خصوصی ہیں جو کسی دوسرے سلسلہ میں غیر ممکن ہیں چنانچہ یہ خصوصیت بھی نادرہ اور خصوصی ہے کہ حضور و ارث پاک کو پختگی اور حسن الحسینی ہونے کی وہ خصوصی خصوصیت حاصل تھی کہ آپ بلا واسطہ شکم مادر ہی میں کامل و اکمل تھے اور عشق کامل کا قانہ براہ راست پختگی پاک سے ہوا تھا





اور چونکہ دیگر سلسلہ جات بھی بالواسطہ اسی پختن پاک سے مستفیض ہیں گویا سب حضور ہی کے گھر سے سب کچھ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ اکثر الوالعزم اولیاء کرام کا مقولہ تھا کہ "حاجی صاحب کے تو گھر کی دولت ہے دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہیں اور اپنی تو بڑی گاڑھی کمائی ہے" اسی وجہ سے سلسلہ وارثیہ کی یہ خصوصیت بھی نادرہ ہے کہ تمامی سلسلہ جات کو حضور کی شمولیت کا فخر حاصل ہے گویا تمامی سلسلہ جات سلسلہ وارثیہ میں شامل ہو گئے (دلیل کے لئے یہ چند شجرے مندرجہ ذیل ہیں) اور تمامی سلسلہ جات سلسلہ وارثیہ سے شروع ہو کر سلسلہ وارثیہ پر ختم ہو گئے۔

شجرہ قادریہ وارثیہ

حضرت محمد رسول اللہ حضرت علی حضرت حسین حضرت عابد حضرت باقر حضرت موسیٰ کاظم حضرت موسیٰ الرضا حضرت معروف کرخی حضرت سری سقطی حضرت جنید حضرت شبلی حضرت عبدالعزیز حضرت عبدالواحد حضرت ابوالفرح حضرت ابوالحسن حضرت شاہ دریش حضرت ابوسعید حضرت سید سلطان حضرت خواجہ مخدوم حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی حضرت عبدالرزاق حضرت فحی الدین حضرت سید احمد حضرت سید علی حضرت شیخ موسیٰ حضرت شیخ ابوالعباس حضرت سید بہاؤ الدین حضرت سید محمود حضرت سید جلال حضرت فرید بھکر حضرت شیخ ابراہیم حضرت ابراہیم ان اللہ حضرت شہ حسین حضرت شاہ ہدایت اللہ حضرت عبدالصمد حضرت عبدالرزاق حضرت اسمعیل حضرت شاکر اللہ حضرت نجات اللہ حضرت خادم علی حضرت مرشد ناو سید ناو وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہ۔

شجرہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ

تفرت علیؑ - حضرت امام حسن بصری - حضرت شاہ عبدالواحد - حضرت خواجہ
 فضیل - حضرت خواجہ ابوالیمیم ادہم - حضرت بدر الدین - حضرت امین الدین - حضرت
 خواجہ ممشاد - حضرت فیض بخش - حضرت ابوالاسحاق - حضرت ابی احمد - حضرت خواجہ
 ناصر محمد مقتدا - حضرت ناصر الدین شاہ - حضرت خواجہ قطب مودود - حضرت خواجہ حاجی
 شریف - حضرت خواجہ عثمان ہارونی - حضرت خواجہ معین الدین چشتی - حضرت بادشاہ
 وردائی - حضرت قطب الدین بختیار کاکلی - حضرت بابا فرید گنج شکر - حضرت شاہ
 نظام الاولیا - حضرت شاہ نصیر الدین چراغ - حضرت کمال الدین اکمل - حضرت
 سراج الدین - حضرت علیم الدین - حضرت جمال الدین جمن - حضرت شیخ محمود حسن
 حضرت خواجہ محمد باخدا - حضرت یحییٰ - حضرت نظام الدین ثانی - حضرت فخر الدین -
 حضرت حافظ جمال اللہ - حضرت عباد اللہ - حضرت خادم علی - حضرت مرشدناوسیدنا
 وارث علی شاہ - اعلیٰ مقامہ

شجرہ محبوبیہ وارثیہ

حضرت امام موسیٰ کاظم رضا - حضرت قاسم - حضرت سید رضا - حضرت سید مہدی - حضرت
 سید محروق - حضرت اشرف - حضرت شاہ عزیز الدین - حضرت سید مخدوم ملاؤالدین - حضرت
 سید عبداللہ - حضرت سید عبدالآد - حضرت سید عبدالواحد - حضرت سید عمر - حضرت شاہ
 زین العابدین - حضرت سید عمر ثانی - حضرت عبدالآحد - حضرت سید میران - حضرت سید

شکر اللہ۔ حضرت سید سلامت علی شاہ۔ حضرت سید رمضان علی شاہ۔ حضرت سید قربان
 علی شاہ۔ حضرت مرشدنا و سیدنا و اربابنا علی شاہ اعلیٰ مقانہ۔

شجرہ عالیہ وارثیہ

محل کی نسبت و عشق کی بو سائے گل
 بود وفا طاعت اندرین بر گل
 ز عطرش بر آمد حوین و حوین گل
 و روح ز عطری عشق یک گلبدن
 معطر ز خوشبویش از عن و عن گل
 و نایست وارث علی در چستان

مشرب وارثی

نہ کیوں تجھ پہ ہو جاؤں قربان وارث
 تو ہی آئینہ ہے خدا و نبی کا
 ولایت بھی گھر کی امامت بھی گھر کی
 ترا آستان کعبہ عاشقاں ہے
 تو ہے پنچتن پاک کی اک نشانی
 قیامت کے دن تیرا دامن نہ چھوٹے
 مری جاں تو ہی ہے مری جان وارث
 یہی ہے مرادین و ایمان وارث
 ہے حسن، کھینچی تری شان وارث
 ترا مصحف رخ ہے قرآن وارث
 تری شان ہے منظرِ شان وارث
 یہی ہے مے دل میں ارمان وارث

دم نزع کیا خوف مجھ کو

مے ہوں گے اس دم نگہبان وارث

مشرب وارثی ان سرود آفرین کیفیات اور جذبات کا آئینہ ہے کہ جس میں تاجدار
 شریعت و طریقت سلطان فقر و ولایت شمع شبستان مصطفوی وارث ارث مرتضوی صاحب
 فقر و ولا وارث گلگون قبا حاجی و حافظ مرشد ناوسید ناوارث علی شاہ اعلیٰ مقامہ کے
 عشق بے مثال کا عکس حسن جمال نظر آتا ہے چونکہ عشق - تین حرفوں سے مرکوب ہے۔ ع
 ش - ق - عین سے عبادت الہی۔ اور شین سے پابندی شرع شریف۔ اور قاف سے
 قربانی نفس - عاشق کی ابتدا میں عین ہے اور شرع کی آخر میں عین ہے۔ یہ اشارہ
 اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی بشرع شریف کے درجات آخر تک طے نہ کرے وہ عشق

میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور و ارث پاک ان تینوں مدارج میں اس قدر
 کامل اور اکمل تھے کہ حدود کمالات کی بلندی زیر قدم نظر آتی تھی اور بے شمار انسان
 آپ کے ادنیٰ اشارے سے کامل ہو گئے۔ چونکہ سرکار والا جاہ کی "منزل" عشق تھی۔ اس
 لئے مشرب وارثیہ میں بجز حُسن و عشق کی کار فرمایوں کے اور کچھ نہیں ہے اور وارث
 عالم نواز کے ہر دست گرفتہ کو محبت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر
 دنیا والوں کی نظر میں ہر وارثی بیگانہ نظر آتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا پیمانہ کا
 نام دنیا نہیں ہے بلکہ غلبت کا نام دنیا ہے اور دنیا والے حُسن و عشق کی کار فرمایوں
 سے یکسر غافل اور بیگانہ ہیں اس لئے ہر محبت والا ان کو بیگانہ نظر آتا ہے۔ خصوصاً فقرا
 وارثی جن کو اس وارث عالم نواز نے اپنا نمونہ عشق بنا کر دین و دنیا سے بیگانہ کر دیا۔ دل
 و دماغ کو علم و عقل سے بے نیازی عطا فرما کر اپنی محبت سے بھر دیا۔ ان دنیا والوں کو
 شریعتاً اور طریقتاً و حقیقتاً۔ غرضکہ بہر صورت بیگانہ نظر آتے ہیں۔ گو اس میں
 الٹے چارے دنیا والوں کا تصور نہیں بلکہ ان کی نظروں کا فتور ہے کہ ان کی نظر
 شریعت۔ طریقت۔ اور حقیقت کے تصور سے بھی بے نیاز ہے اور ان کا علم حُسن و عشق
 کی تحقیق سے مترا۔ عشق کا سب سے پہلا فعل یہ ہے کہ جس دل میں حضرت عشق تشریف
 لاتے ہیں وہاں علم و عقل کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ اس کامل عشق ربانی نے فرمایا
 کہ "عاشق دین و دنیا سے بے خبر ہوتا ہے اور بے نیاز" پھر فرمایا کہ "عشق وہی ہے
 کبھی نہیں ہے" اور اس طرح بھی ارشاد ہوا کہ "محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے"
 اور فرمایا کہ "عاشق کی سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے" اور پھر فرمایا کہ "عاشق غافل
 نہیں سمجھا جاسکتا اور اس کی یہی نمائندگی روزہ ہے" وارثی فقرا کو حضور و ارث

پاک نے وارث حقیقی کے جلوے کی ایسی جھلک دکھلائی کہ وہ علم و عقل سے بیگانہ ہو کر
 عشق کی گہرائیوں میں کہو گیا۔ دولت و حشمت، خویش و اقربا، تکلیف و راحت، عزت و
 تہمت و دنیاوی تعلقات سے بیگانہ ہو گیا۔ اس کے دل میں بجز وارث کی یاد اس کی
 آنکھوں میں بجز وارث کے تصور اور اس کی زبان پر بجز وارث کے ذکر کے اور
 کچھ نہ رہ گیا اور اس وارث وارث مر تصوی نے اپنی محبت کی سند میں دربار خدا
 وندی کی وردی (احرام) محبت کے رنگ سے رنگین فرما کر اور خصوصی طور پر عنایت
 فرما کر نمونہ الفت بنا دیا ہے

وارث دستگیر کے صدقے مرشد بے نظیر کے صدقے

مجھ سے ناچیسز کو کیا مقبول لاکھ بار ایسے پیر کے صدقے

اس کے باوجود بھی اگر دنیا والے و دعوی داران علم و عقل مشرب وارثی کو سمجھنے سے
 قاصر ہیں تو یہ اس کا بین ثبوت ہے کہ دعوی داران علم و عقل بیگانگان علم و عقل کو
 بھی صاحبان علم و عقل سمجھتے ہیں اور یہ ان کے عالم اور عاقل ہونے کی بہترین دلیل
 ہے۔ میں تو صرف اس وارث حقیقی سے یہ دعا کروں گا کہ تو ان مائل دنیا والوں کو ایسی
 عقل عطا فرما جو ان کو محبت کے مشرب کا امتیاز حاصل ہو تیرے دربار کی وردی کا
 احترام کریں اور ایسی نظر عطا فرما جو تیرے نوازے ہوئے ان وارثی دیوانوں کو پہچانیں

اور ایسا علم عطا فرما جو مرتے وقت کام آئے۔ آمین ثم آمین

مشرب عشاق میں ہے کفر کیا اسلام کیا
 کھو گیا دنیا سے جو پھر اس کو ننگ و نام کیا



کابل اہل واپس حضرت حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز

تذکرۃ الوارث

ہو ادا کیسے تری حمد و ثنا یا وارث
 کوئی اللہ کہے۔ کوئی خدا۔ کوئی رام
 ایلیٰ قیس کو مطلوب ہے عاشق کی نظر
 قطرہ جب مل گیا دریا میں۔ تو قطرہ کیسا
 ہے تو ہی لائق تذکیر انا یا وارث
 میں نے جب دیکھ لیا تجھ کو کہا یا وارث
 جس نے دیکھا تجھے وہ چیخ اٹھا یا وارث
 حق انا حق ہے۔ جو حق میں ہو فنا یا وارث

سگ دنیا نہیں محبوب سگ وارث؟

اس لئے اس کی ہے ہر بار صدایا وارث

مخد اللہ المعین و نصلی علی رسولہ الامین۔ اما بعد۔ شروع کرتا ہوں ذکر اس
 وارث عالی کا کہ جس کا مرتبہ خیال انسانی سے بالاتر ہے جو لباس انسانی میں منظر شان
 احدیت اور ہمنام ہے اور جس کی صفت خیر الوارثین ہے۔

شرف خاندانی۔ دنیا کی تواریخ و سوانح عمریاں دیکھ کر یہ بات پایہ تصدیق کو
 پہنچ چکی ہے کہ ایسی نادرا الوجود ہستیاں ہمیشہ ایسے سلسلوں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں
 جو مقدس اور صحیح النسب خاندان کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اس عظیم النظر و شگیر نے بھی
 سید الکونین خاں آل عبا حضرت امام حسین عالی مقام کی چھبیسویں پشت میں امام
 ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے نیشاپور کے سادات ذوالفضل و برکات
 کے خاندان میں ہزاروں جاہ و جلال کے ظہور اجلال فرمایا۔ بے شمار مستند کتابیں شایع
 ہیں کہ قبلہ عالم صحیح النسب سادات کاظمی ہیں اور آپ کی سیادت خاندانی کی عظمت

و شان کمال احتیاط محفوظ اور غیر کفو کی مشارکت سے بیدار رہی اور یہ بھی مصدقہ ہے کہ بلا کو خان نے جس کو بنی فاطمہ سے قلبی عناد تھا۔ جب ۶۵ھ میں بغداد فتح کیا اور خلیفہ محتشم باللہ کا خاتمہ ہو گیا اور لوٹ مار کا بازار گرم ہوا تو قبلہ عالم کے مورث اعلیٰ سید اشرف ابی طالب نے جو وقت حاضرہ کے علماء ذی مرتبہ و مشائخین اولو العزم کے سردار تھے مع اہل و عیال نیشاپور سے ہجرت فرمائی اور ہندوستان تشریف لائے۔ اور قصبہ کنٹور ضلع بارہ بنکی۔ اودھ۔ میں آبادی سے باہر سکونت اختیار کی۔

سکونت دیوہ شریف۔ حضور کی سات پشت چار صدی سے زائد کنٹور قیام پذیر رہی۔ اور ۱۱۴۱ھ میں آپ کی آنٹھوں پشت میں کسی وجہ سے سید عبدالاحد علیہ الرحمۃ نے اپنی سکونت کنٹور سے دیوہ شریف منتقل کر لی اور ۱۱۴۱ھ میں حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ کی وناوت سے انوار وارثی کا ظہور شروع ہو گیا۔

پیشینگوئیاں جس طرح آفتاب طلوع ہونے کے قبل ہی اس کی ضوفشائیاں دنیا کو اس کی آمد (یعنی) آج ہونے کا یقین دلا دیتی ہیں اسی طرح اس نادر الوجود ہستی کی تشریف آوری کا اعلان بھی منجانب اللہ سینکڑوں برس قبل ہی سے ہو رہا تھا اور مقربین بارگاہ احدیت کو ولادت باسعادت کی بشارتیں مل رہی تھیں چنانچہ حضور کے جد امجد حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمۃ جو ۱۱۴۱ھ بمقام دیوہ شریف پیدا ہوئے تھے اور صاحب حقائق و معرفت تھے اور طالبان حق کو رموز حقیقت سے مستفیض فرماتے تھے۔ ایک روز اپنے دولت کدہ کے قریب بر لب تالاب چند یاران طریقت سے سرگرم سخن تھے کہ ایک عمامہ باطن دُوریش نے آکر آپ سے کہا کہ "السلام علیک وعلیٰ ولدک الذی فی صلبک ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد نورسیماکم بنورہ و اشرقک لارض

بظہورہ فطوبیٰ نکر یا سیدی۔ مطلب یہ تھا کہ اس صاحب باطن درویش نے اگر
 آپ سے کہا اور زبان غربی میں یہ مژدہ سُنا یا اور مبارکباد پیش کی کہ "اے میرا سید
 احمد مژدہ ہو کہ تمہاری نسل کی پانچویں پشت سے ایک ایسا آفتاب فقر و ولایت طلوع
 ہونے والا ہے کہ جس کی نورانی روشنی سے زمین و آسمان منور ہو جائے گا۔" جس کے
 جواب میں آپ نے درویش کے کلام کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "بیشک میں
 دیکھ رہا ہوں کہ اس گل گزار نوری کی خوشبو چمنستانِ عالم میں منتشر ہو رہی ہے اور
 ضیائے حسن و جمال اس کا مثل ماہِ نور خشنودہ" حاضرین نے موذبانہ حضرت میرا سید
 احمد علیہ الرحمۃ سے متعلقہ گفتگو کا احوال دریافت کیا کہ اس بزرگ نے حضور کو کیسا مژدہ
 سنایا ہے جس کی حضور نے بھی تصدیق فرمائی ہے اگر مناسب ہو تو ہم لوگوں کو بھی اس
 خوشی میں شریک کا موقع دیجئے۔ چنانچہ حضرت میرا سید احمد علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ "حق
 سبحانہ تعالیٰ نے میری پشت میں ایک ناورہ فرزند عنایت فرمایا ہے جس کا میری پانچویں
 پشت میں ظہور ہو گا۔ صداقت اس کی "نور ویدہ میرا سید احمد" و "جگر بند سید احمد" ہے
 اور عدد اس کے نام پاک کے ان دونوں گلوں سے ہویدا ہیں اور دوسری صداقت یہ
 ہوگی کہ انھیں اعداد کے تحت اس کا نام پاک ایک اسم ذات سے بھی ہوگا۔ اور وہ سحرانے
 عشق کا شیر برب۔ تاجدارِ اقلیمِ رضا و صبر۔ اپنے زمانہ میں تمام دنیا پر حکمران ہوگا اور انسان و
 حیوان۔ ہندو۔ مسلمان۔ یہود و نصاریٰ عرض کہ ہر مذہب و ملت والا اس کا تابع فرمان ہوگا
 جس کی نشانیاں ہیں دنیا کے ہر گوشہ میں اس وقت پارہا ہوں۔ اس شہنشاہِ عوالم
 بحر حقیقت اور ساقیِ بادہ نوشیِ محبت کے تمامی سرفروشاں میدانِ جبروت و مدہوشان
 باہم نہ ہوت حلقہ جگوش ہوں گے۔

چنانچہ حضرت میراں سید احمد علیہ الرحمہ کی پانچویں پشت میں اس پیشینگوئی کی باہل تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ اعداد ہر دو کلمہ جات مندرجہ بالا سات سو سات ہوتے ہیں اور حضور و ارث پاک کے نام کے اعداد بھی سات سو سات ہوتے ہیں۔ جناب میراں علیہ الرحمہ کے ان دونوں جملوں نے اس پیشینگوئی کو ایسا محدود کر دیا کہ اب دوسرا شخص اس پیشینگوئی سے منسوب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور چونکہ دوسری سفت یہ بھی خصوصیت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ ہمارا فرزند جس نام سے دنیا میں پکارا جائے گا وہ اللہ جل شانہ کے اسمائے مقدسہ میں سے ایک نام ہو گا اور اعداد اس نام پاک کے بھی اتنے ہی ہوں گے چنانچہ اللہ جل شانہ کے ناموں میں صرف ایک نام "یا و ارث" ہی ایسا نام ہے کہ جس کے اعداد بھی سات سو سات ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں۔ زمانہ قریب کے وہ بزرگ عارف باللہ جن کو اب بھی دنیا جانتی ہے جن کا نام نامی حضرت سراج العارفین شاہ عبدالرزاق علیہ الرحمہ بانسوی مشہور ہے اکثر یہ پیشینگوئی فرماتے تھے کہ دیوہ میں ایک آفتاب فقر و ولایت طلوع ہونے والا ہے جس کی روشنی میں اب دیکھ رہا ہوں۔

اسی طرح۔ حضرت شاہ نجات اللہ علیہ الرحمہ دیوہ شریف کی طرف سینہ کھول کر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس آفتاب فقر و ولایت کی روشنی سے دل کو منور کر رہا ہوں جو دیوہ شریف میں طلوع ہونے والا ہے۔ غرض کہ اس قسم کی پیشینگوئیاں سینکڑوں سال قبل ہوتی رہی ہیں جو دوسری بڑی کتابوں میں درج ہیں۔

شجرہ نسب۔ حضور و ارث پاک کا شجرہ نسب حضرت امام حسین عالی مقام سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا ۱۱۴۱ھ میں سید میراں سید احمد علیہ الرحمہ تک پہنچا آپ ۱۱۴۱ھ

میں دیوہ شریف میں پیدا ہوئے آپ کے عمامہ جزادے سید کرم اللہ علیہ الرحمۃ اور سید
 کرم اللہ علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادے تھے "سید سلامت علی" "سید بشارت علی" اور
 "سید شبر علی" رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ سید سلامت علی علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے ایک کا نام
 "سید خرم علی" اور دوسرے کا "سید قربان علی شاہ" علیہ الرحمۃ جو حضور و ارث پاک کے پد بزرگوار
 تھے اور جن کا نکاح حقیقی چچا سید شیر علی علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی "سیدہ بی بی سکینہ عرف
 چاندن بی بی سے ہوا۔ اور اس بی بی کو اللہ نے یہ شرف بخشا کہ حضور کی والدہ ماجدہ
 ہوئیں۔ ذالک فضل اللہ صلی اللہ علی محمد و علی آلہ وسلم۔

وارث پاک کا اچھوتا اور سیداع

شجرہ نسبی

حضرت امام الاولیا وارث کلبوں قبا مرشدنا و سیدنا وارث علی شاہ اعلیٰ مقامہ
 ابن سید قربان علی شاہ علیہ الرحمۃ... ابن سید سلامت علی شاہ علیہ الرحمۃ
 ابن سید کرم اللہ علیہ الرحمۃ... ابن سید میراں سید احمد علیہ الرحمۃ
 ابن سید عبد الواحد علیہ الرحمۃ... ابن سید عمر نور علیہ الرحمۃ
 ابن سید زین العابدین علیہ الرحمۃ ابن سید عمر شاہ علیہ الرحمۃ
 ابن سید عبد الواحد علیہ الرحمۃ... ابن سید عبد الاو علیہ الرحمۃ
 ابن سید علاؤ الدین اعلیٰ بزرگ علیہ الرحمۃ ابن سید عزیز الدین علیہ الرحمۃ
 ابن سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ ابن سید محروق علیہ الرحمۃ

ابن سید ابوالقاسم علیہ الرحمۃ ... ابن سید عسکری علیہ الرحمۃ
 ابن سید ابو محمد علیہ الرحمۃ ... ابن سید محمد جعفر علیہ الرحمۃ
 ابن سید محمد ہمدانی علیہ الرحمۃ ... ابن سید علی بارضنا علیہ الرحمۃ
 ابن سید قاسم حمزہ علیہ الرحمۃ ... ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
 ابن امام سید جعفر صادق علیہ السلام ابن امام سید محمد باقر علیہ السلام
 ابن سید زین العابدین علیہ السلام ابن سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام
 صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ

ولادت باسعادت

چونکہ وارث حقیقی کو یہ ہی منظور تھا کہ یہ نادر الوجود صحیح معنوں میں نادر الوجود اور
 وارث ارث مصطفوی و مرتضوی کی دلیل سے نادر الوجود ثابت ہو اسی لئے بھی اس
 وجود کا وجود بھی نہ ہونے پایا تھا اور عالم وجود میں قدم بھی نہ رکھنے پایا تھا کہ آبائی خصوصی
 خصوصیات کا ظہور ہونے لگا عشق کی نیزنگیاں شروع ہو گئیں اور جدِ علی کی سنت ادا ہونے
 لگی۔ چنانچہ حضور ابھی شکم مادر ہی میں تشریف لائے تھے کہ آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہو گیا
 آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جس وقت تک قبلہ عالم میرے شکم میں قیام پذیر تھے میں
 بلا وضو نہ رہ سکتی تھی۔ اگر کبھی اتفاقیہ غافل ہو جاتی تو حضور کسی نہ کسی کنایہ سے یاد دہانی فرمایا
 کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتی تھیں کہ میں اپنے دل کو روحانی کیفیتوں سے پرسترت پاتی تھی۔
 اور مشاہدات میں انوار وارثیہ کی جلوہ ریزیوں سے آسمان اور زمین کو منور دیکھتی تھی۔ حتیٰ

کہ حضور کی تشریف آوری کا زمانہ قریب آگیا اور یکم صفر ۱۲۳۸ھ کو اس آفتاب فقرو
 ولایت نے دکھن کا انتظار تمامی اولیاء اللہ سینکڑوں برس قبل سے گزر رہے تھے، اُنق
 عالم پر انوار وار شہ کی ضیا پاش شعاعوں کے ساتھ نہایت جاہ و جلال سے ظہورِ جلال
 فرمایا۔ ہر طرف تمام اولیاء اللہ ذی مرتبت و بادہ نوبشان جامِ محبت ایک دوسرے کو
 مبارکباد پیش کر رہے تھے اور ہر طرف ارواحِ مقدسین میں مرجبا اور سلام کے نغمے
 بلند تھے۔

سلام عقیدت

اشلام اے وار شہ و نجات	اشلام اے مرشد و الاعداف
اشلام اے نورِ نورِ مصطفیٰ	اشلام اے منظرِ شانِ خدا
اشلام اے گلشنِ زہرا کے پھول	اشلام اے راحتِ جانِ بتوں
اشلام آلِ حسن و آلِ حسین	اشلام اے مرتضیٰ کے دل کے چین
اشلام اے راز دارِ خستین	اشلام اے یادگارِ چبستین
اشلام اے وارثِ گلگوںِ قبا	اشلام اے صاحبِ فقر و ولا
اشلام اے میرے مولا اشلام	اشلام اے میرے آقا اشلام
جز ترے کوئی نہیں ہے دستگیر	اے مرے حاجت روا روشن ضمیر
میں ہوں بندہ اور تو بندہ لواز	تجھ سوا کس سے کہوں میں دلکاراز
شکر ہے پر تیرا کہلاتا ہوں میں	گو خوابِ وحشت و رسوا ہوں میں
اے مسیحا میں ترا بیمار ہوں	دل گرفتہ بے کس و لاچار ہوں

تجھ سے وہ ہے عزیزوں کے کون سا
 فرشتے سے تاغرش تیرا نام ہے
 پرنگی جس پر نگاہ انتساب
 میرے اوپر بھی نظر سرکار ہو
 مجھ پہ بھی ہو جائے اک نظر عطا
 از پے شاہ شہید کر بلا
 احمد مرسل کے عدتے میں حضور
 تو ہی تو آنے لگے ہر جا نظر
 میرے وارث وارث عالی مقام

ہے علاج دین و دنیا تیرے ہاتھ
 ذات تیری ایک فیض عام ہے
 دین و دنیا میں ہوا وہ کامیاب
 ایسا کچھ کر دو کہ سیرا پار ہو
 میرے وارث پختن کا واسطہ
 از پے شاہ ولایت مرتضیٰ
 ہوں حجابات دلی سب دل سکور
 آخرش مل جاؤں تجھ میں سرسیر
 تجھ پہ ہوں محبوب کے صد ہا سلام

صلی اللہ علی محمد - و علی آلہ وسلم

ایام رضاعت۔ معزز اشخاص کی بزرگ مستورات ذکر فرماتی ہیں کہ حضور وارث پاک
 کے طفلانہ خصائل ستودہ صفات کچھ ایسے امتیازی شان رکھتے تھے جو کسی دوسرے بچے
 میں نہ عام طور پر دیکھے گئے نہ سنے گئے۔ حضور قبلد عالم بجز وقت مقررہ کے خلاف اوقات
 کبھی دودھ نوش نہ فرماتے تھے اور نہایت اطمینان سے اور بہت کم پیتے تھے۔ آپ کی
 والدہ کرمہ کا بیان ہے کہ رمضان شریف میں آپ روزہ داروں کی طرح انظار کے
 وقت دودھ نوش فرماتے تھے اور اگر غلطی سے دودھ پلانے کا ارادہ کرتیں تو آپ منہ
 پھیر لیتے تھے۔ بول و براز کی یہ کیفیت تھی کہ ضرورت کے وقت کچھ ایسی اداسے اشارہ
 فرماتے کہ سمجھ میں آجاتا تھا اور باحتیاط رفع حاجت کرایا جاتا تھا۔ اور آپ کا لباس و
 بستر ہمیشہ صاف اور نجاست آلود ہونے سے محفوظ رہتا تھا اور ہر وقت رفع حاجت چہرہ

اقدس پر شرم آمیز کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ میند کا یہ عالم تھا کہ اول تو سوتے ہی کم تھے اور اگر کبھی آنکھیں بند ہو جاتیں تو بجائے غفلت ہوشیاری کے آثار ہویدار بہتے تھے آنکھیں کھولنے پر میند کا خماریا غنودگی کا اثر نہ ہوتا تھا بلکہ ہنستے ہوئے بیدار ہوتے تھے۔ آپ عام بچوں کی طرح نہ روتے تھے اور نہ ہنستے تھے بلکہ زیادہ تر خاموش رہتے تھے۔ اکثر شرب ماد میں چاند اور تاروں کو بغور دیکھتے اور مسکراتے تھے۔ ان عجیب و غریب حالات کو دیکھ کر ہر کس و ناکس کے دل میں آپ کی عظمت پیدا ہوتی تھی اور جس قدر آپ کی عمر بڑھتی گئی اسی قدر آپ کی عادات و خصلات میں غیر معمولی تغیر اور شان و ولایت نظر آتی تھی۔

پدر بزرگوار کے انتقال کے باعث عالم اسباب میں غایت کے دروازے تو پہلے ہی بند ہو چکے تھے اور اس درمیتیم کی نشوونما صرف آغوش مادر میں ہو رہی تھی کہ شاہد حقیقی کو یہ بھی منظور نہ ہوا کہ ہمارا عاشق عارضی طور پر کسی سے مانوس ہو چنانچہ ابھی تین سال کی عمر ہوئی تھی کہ یہ یتیم بچہ آغوش مادر سے بھی محروم ہو گیا اور احکم الحاکمین نے اس خاتون معظمہ کو دوسرے عالم میں بلا لیا اور جد اعلیٰ کی دوسری بنت بھی ادا ہو گئی اس حادثہ جانکاہ کے بعد حضور کی جدہ کمرہ جنابہ سیدہ حیات النساء صاحبہ اپنے یتیم پوتے کی کفیل ہوئیں اور باوجود مہربان دایہ کی خدمت کے آپ خود بہ نفس نفیس خدمت و نگرانی فرماتی تھیں۔

جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو حضور کی دادی صاحبہ نے بسم اللہ کی تقریب نہایت اولوالعزمی سے ادا کی اور مطابق رواج خاندانی ایک قابل استاد آپ کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا جو طبیعت کو غلوی بنانے کے خیال سے وقتاً فوقتاً عدہ بغدادی پڑھاتا

تھا۔ اور زیادہ وقت آپ کے ساتھ حسب مزاج کھیلنے میں صرف کرتا۔ آپ کے ہر کھیل میں ایسی تھانیت کی صفت اور لٹھیت تھی کہ جس سے بختی جو دوسرا مہر و عطا کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ کھیل کی صورت میں آپ کا مشغلہ یہ تھا کہ دادی صاحبہ کے عند و قہ سے اثرنی یا روپیہ جو مل جاتا نکال لے جاتے اور مسمی (لوکئی) اعلوئی کو دے کر یہ فرمائش کرتے تھے کہ اس کا ایک بتا شہ ہم کو بنا دو۔ وہ ایک سینی کے برابر بتا شہ بنا دیتا تھا۔ قبلہ عالم اس کو توڑ توڑ کر لڑکوں کو تقسیم فرمادیتے اور دادی صاحبہ کو جب خبر ہوتی تو بجائے خفا ہونے کے خوش ہوتی تھیں۔ اکثر حضور بچوں کو پاس بٹھا کر کھیل کے پیرا یہ میں دنیا کی مذمت اور محبت الہی کی ہدایت فرماتے تھے۔ اور طفلانہ ہدایت سے وہ بچے بن بلوغ کو پہنچ کر عارفان باللہ اور صاحب معرفت ہو گئے۔ اکثر غریب و مساکین کو نقدی اور محتاجوں کو اپنے پہننے کے کپڑے بھی تقسیم کر دیتے تھے۔ غرض کہ آپ کی عالم طفلی میں بھی ہر بات دوسرے بچوں کو راہ ہدایت دکھلانے کے لئے مشعل راہ تھی۔ ہر وہ بچہ جس نے قبلہ عالم کی صحبت کا کچھ بھی لطف اٹھایا تھا نہ معلوم کیا سے کیا بن گیا۔ ہر ادا ہر اطوار اس قدر جاذب اور اس قدر غیر معمولی طور پر عجیب اور کشش رکھتے تھے کہ ہر خورد و کماں محبت کے ساتھ احترام کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا غرض کہ آپ کے ہر کھیل میں محبت کی ایسی عظیم مضمحل تھی کہ ہر شخص آپ کا شیفتہ ہو جاتا تھا۔ ۷

لڑکپن میں جیسے بنی کھیلتے تھے
کوئی کھیل وہ۔ جب کبھی کھیلتے تھے
عجب کھیل وارث علی کھیلتے تھے
جو مشعل علی دنیام کھیلتے تھے

کچھ اس طرح وارث علی کھیلتے تھے
ہر ایک کھیل ہوتا تھا اک درس الفت
کریمی میں تھی شان مشکشانی
وہ محبوب محبوب حق میں بلا شک

كشفتُ الذُّبْحَ بِجَمَالِهِ

صَلُّ عَلَيَّ وَآلِيهِ

بَلَغَ الْعِلْمَ بِمَالِهِ

حَسَنَتْ جَمِيعُ خَصَالِهِ

تعلیم علوم ظاہری۔ حضور قبلہ عالم کی تعلیم قابل معلمین کے علاوہ جناب مولوی امام علی صاحب ساکن قصبہ سترکہ ضلع بارہ بنکی۔ جن کا اس دربار میں مقدس اور برابر بزرگوں میں شمار تھا زیر سپردگی ہوئی۔

مولوی صاحب اول تو خود اہل دل اور باطن شناس تھے دویم حضور وارث پاک کے نادرہ عادات اور خصوصی واقعات کچھ ایسے عجیب و غریب دیکھتے تھے کہ موصوف نے آپ کی دادی صاحبہ کو اکثر بتلایا کہ یہ صاحبزادے کتب عشق کے سند یافتہ ہیں معلم وہی نے وہ علم تفویض فرمایا ہے جو بغیر بڑھے پڑھائے آجاتا ہے۔ ان کو تعلیم ظاہری کی حاجت نہیں۔ یہ دنیا کو وہ سبق پڑھائیں گے کہ جس کے سمجھنے سے انسان کا فہم و ادراک قاصر ہے۔ مولوی صاحب انتہائی مؤدبانہ پیش آیا کرتے تھے اور خاص طور پر محبت کرتے تھے۔ اکثر حضور کے لئے پتنگ بنا دیتے تھے اور کبھی شاہان سلف کی کہانیاں سناتے تھے۔

ابھی اس معلم کو دو سال ہوئے تھے کہ وارث حقیقی کو یہ مشارکت بھی ناپسند ہوئی کہ دادی صاحبہ کے سایہ عاطفت میں میسر وارث کے وارث کی پرداخت ہو چنانچہ آپ کی دادی صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا اور بھجوائے (العشق نار تحرق ما سوا المحبوب) تعلقات موجودات سے انقطاع قطعی ہو گیا۔ ایسی عیورت میں جناب خادم علی شاہ رح نے جو آپ کے حقیقی بہنوئی تھے حضور کا قیام دیوبند شریف مناسب نہ سمجھا اور ہمارا لکھنؤ لے آئے اور سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ مگر جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی آپ کی حالت میں تغیرات

خصوصی ہوتے گئے۔ بے قراری میں اضافہ عشق روز افزوں اور استغرائی کیفیت ترقی
 پرتھی۔ گو یہ تعلیمی سلسلہ سات سال تک جاری رہا مگر یہ کوئی نہ سمجھ سکا کہ حضور کی ظاہری
 تعلیم کس نتیجہ پر پہنچی۔ مگر تجربہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا تھا کہ حضور والا جاہ کو علم ادب
 میں کافی عبور حاصل تھا اور تفسیر و حدیث میں بھی کمال دستگاہ تھی۔ بلکہ علاوہ علم شریعت
 کے آپ ہر زبان کے علوم فنون میں کامل اور اکمل تھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ کو منجانب اللہ
 وہ علم تفویض ہوا تھا جو تمامی علوم و فنون کی اصل ہے اور جس کا عالم تمام علوم و فنون پر
 قادر اور متصرف ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ عام سفر سنی میں بھی بڑے بڑے علوم ظاہری
 کے علم حضور کے سامنے باطل ہو جاتے تھے اور حضور کے ادنیٰ اشارہ سے وہ علم حاصل ہو
 جاتا تھا کہ کامل و اکمل ہو گئے۔ **صلی اللہ علی محمد و علی آلہ وسلم**

رجم سلسلہ مشائخین۔ گو حضور والا کا سلسلہ بلا واسطہ و براہ راست حسن الحسینی تھا اور
 بیختم پاک سے عشق کامل کا افاضہ ہوا تھا۔ اس لئے آپ کو کسی سلسلہ میں رہنا بھی شرکت
 کی ضرورت نہ تھی۔ مگر جناب خادم علی شاہ نے حسب سنت مشائخین حضور کو سلسلہ قادریہ
 و چشتیہ میں داخل فرمادیا گیا صاف اور شفاف آئینہ پر جلا ہو گئی۔ اضطراری کیفیت
 اور زیادہ ترقی کر گئی۔ رات و دن بے قرار رہنے لگے۔ اکثر غیر آباد مقامات پر تمام تمام
 شب ذکر و اشغال میں مصروف رہتے۔

رجم دستار بندی۔ اسی دوران میں جناب خادم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ
 ۱۳ صفر ۱۲۵۴ ہجری کو اس عالم فانی سے طرف عالم بقا، رحلت فرمائی: "ان اللہ و
 انا الیہ راجعون۔"

تیسرے روز فاتحہ خوانی ہوئی۔ روسا، شہر، مریدین و معتقدین کے علاوہ علمائے

دین و حضرات مشائخین کا مجمع ہوا۔ بعد فاتحہ خوانی رسم دستار بندی کا مسئلہ پیش ہوا۔ اور مولوی متاجان صاحب نے جو آپ کے لنگر خانہ کے مہتمم بھی تھے تقریبی کشتی میں ایک دستار رکھ کر حاضرین جلسہ کے روبرو پیش کی اور عرض کیا کہ آپ حضرات یہ خلعت فاطمہ جواس کا اہل ہو اس کو مرحمت فرمادیں۔ چنانچہ سیرہ حضرت عوث گوالیاری دینر حضرت اکبر شاہ صاحب (جن کو دنیا وقت حاضرہ کا قطب جانتی اور ہانتی تھی اور جنہوں نے ایک مرتبہ حضرت خادم علی شاہ علیہ الرحمۃ کی حیات میں حضور و ارث پاک دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ صاحب زادہ مادر زاد ولی ہیں اور اب ہزار برس تک ایسی نادر الوجود اور عدیم النظر ہستی دنیا میں نہیں آئے گی۔ ان کی حکومت تمام دنیا پر عام ہوگی اور ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ ان کے تابع فرمان ہوگا۔ نے باوجود اوائل عمری کے "کیونکہ اس وقت حضور قبلہ عالم کی عمر صرف چودہ سال کی تھی" اس منصب جلیلہ کے واسطے حضور ہی کو تجویز فرمایا اور دیگر مشائخین عظام نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور اس دستار کو حضور کے فرق انور پر اپنے مقدس ہاتھوں سے باندھ دیا۔ گویا حقیقتاً وہ امامت جو پنجتن پاک کے گھر سے سلسلہ بسلسلہ اولیا کرام میں بذریعہ اس رسم دستار بندی منتقل ہوتی چلی آرہی تھی بالآخر پنجتن پاک ہی کے گھر میں وارث ارث پنجتنی کو واپس پہنچ گئی اور رسم دستار بندی ختم ہو گئی۔

چنانچہ بعد رسم دستار بندی حضور والا کے ایک بھولی گھسیٹے میاں نے جو بچپن سے بے تکلف تھے حضور سے کہا کہ اس وقت کباب کھانے کو جی چاہتا ہے چنانچہ حضور نے ایک کبابچی سے چار پیسے کے کباب خرید کئے اور جب کبابچی نے پیسے طلب کئے تو آپ نے فرمایا کہ پیسے تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ تب کبابچی نے کہا کہ اگر پیسے نہیں ہیں تو اس کے عوض کچھ اور دے دیجئے تو حضور قبلہ عالم نے وہی دستار مستبرکہ جو کمال احتیاط

آپ کے زیر سر کی گئی تھی اتنا کہ اس کا باپ بھی کو دے دی اور فرمایا کہ "پیسوں کے بجائے یہ لے لو" کہا بھی یہ خلعت فاخرہ پاکر مسرور اور کیفیت ہو گیا اور دستار مبارک کو حرز جاں بنا لیا۔ حقیقت یہ کھتی کہ حضور قبلہ عالم منازل عشق طے فرما رہے تھے۔ نام و نمبر سے ظنی احترام تھا۔ دل موجودات سے مستغنی اور بے نیاز تھا۔ اس کا باپ بھی کو دستار مبارک عنایت فرما کر معلوم نہیں کیا کچھ دے دیا۔ اور ہم دستار بندی مکمل ہو گئی۔

حضور قبلہ عالم کا یہ خاص مشغلہ تھا کہ غزبار و مساکین کی دستگیری ہر خاص و عام کی امداد اور طالبان حق کی رہنمائی فرماتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل مدت میں سینکڑوں امداد مند داخل سلسلہ اور بیشتر خوش نصیب صاحب دید و یافت ہو گئے۔

اقرار عظمت: حضور و ارث عالم کی حسن الحسینی و چختنی نسبت خصوصی و عظمت و بزرگی و مراتب علیا کا زمانہ کے تمامی مشہور اور معروف اہل حقائق نے اعتراف کیا ہے چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمن علیہ الرحمۃ گنج مراد آبادی نے اپنے مریدین کو و نیز خاص طور پر مولوی محمد عمر صاحب بلند شہری کو تنبیہ فرمایا کہ "خبردار کوئی شخص حاجی صاحب قبلہ کے خلاف شان کچھ نہ کہے ورنہ عاقبت بخیر نہ ہوگی" علیٰ ہذا جناب حضرت محمد شیرمیاں علیہ الرحمۃ پہلی بھیسوی نے اکثر فرمایا کہ "حاجی صاحب کے گھر کی دولت ہے۔ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہیں اور اپنی تو بڑی گاڑھی کمائی ہے" اسی طرح مولوی محمد یحییٰ صاحب دارنی وکیل دہلی عظیم عظیم آباد نے جنکو قبلہ عالم نے پابند وضع فرمایا تھا اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں اتوار کو مدرسہ والے مکان نہیں تھا کہ ناگاہ جناب نور الدین شاہ صاحب (مجدوب سالک) جن کو عوبہ بہار کامل اور صاحب حقائق و معرفت جانتا تھا "تشریف لائے میں نے چار اور حق پیش کیا۔ اتفاق سے دونوں چیزیں قبول فرمائیں اور بکمال شفقت دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ

کہاں گئے تھے ہیں نے عرض کیا کہ "ملا کی دوڑ مسجد تک" جاتا کہاں۔ دیوہ شریف آستان بوسی کے لئے گیا تھا۔ یہ سن کر فرمانے لگے کہ "بڑے خوش نصیب ہو۔ وہ شیر نندا کا پوتا ایک نظر عنایت سے قطرہ کو دریا بنا دیتا ہے سو بوسی صاحب میرے کاسہ گدائی میں بھی اسی کا دیا ہوا ٹکڑا ہے۔ چنانچہ اسی طرح سینکڑوں کیا۔ اتعداد بزرگ ہستیاں حضور قبلہ عالم کے فیض سے مستفیض ہوئیں اور تمامی ہادیاں راہِ طریقت و سرستان بادۂ وحدت نے حضور کے عظمت و جلالت کی بالاعلان شہادت دی۔ غرض کہ یہ فیضانِ وارثی کا ابتدائی و خصوصی دور لکھنؤ میں عام تھا اور دنیا پر روانہ دار اس شمع فقر و ولایت پر نثار ہو رہی ہے کہ یکایک آغاز ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ میں حضور والا نے لکھنؤ سے پھر دیوہ شریفیت مراجعت فرمائی اور وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اپنے بزرگوں کا اثاثہ البیت اہل محلہ و غزبا و مساکین کو تقسیم کیا اور جملہ جائداد و زمینداری اور کتابوں کو اعز و اوجبا کو و سے دیا اور ملکیت کے کاغذات تالاب میں ڈبو کر بحرِ ذاتِ احدیت دنیا کی ہر چیز سے سبکدوشی حاصل کر لی۔

سفر حجاز۔ ابھی حضور و وارث عالم کی عمر کے پندرہ تھیں سال کا آغاز تھا کہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۵ء کو عازم سفر حرمین شریفین ہو گئے۔ مریدین و معتقدین نے بہت اصرار کیا کہ ایسے دُور و دراز سفر میں زاد راہ کے علاوہ ایک رفیق کا ہمرکاب ہونا بہت ضروری ہے مگر حضور نے انتظامِ عالم اسباب کو ناپسند فرمایا اور و کفی باللہ و کیلا پیادہ پاروانہ ہو گئے۔

سب سے پہلے اپنی ہمیشہ و صاحبہ سے رخصت ہوئے اور سیاہ کبیل دوش مبارک پر ڈال کر روانہ ہو گئے۔ لکھنؤ میں حضرت خادم علی شاہ علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس سے رخصت حاصل کی اور تمام اعزاء اقربا۔ مریدین و معتقدین سے مل کر دیدار کے شوق میں روانہ

ہو گئے۔

شہر بشہر قریہ بقریہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے شکوہ آباد۔ فیروز آباد۔ اگرہ۔ ہر دا اول۔
 بے پور تشریف لے گئے۔ جہاں ہندو مسلمان دونوں نے اپنی ارادت کا اظہار کیا۔ والی
 بے پور۔ راجہ بخت سنگھ اور اس کی رانی بھی حلقہ بگوش ہوئی۔ غرضکہ بعد قطع منازل انیس
 شریف پہنچے۔ بخت سنگھ اتفاق اسی زمانہ میں عرس جناب قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت
 معین الدین چشتی رح کا تھا۔ آپ بھی شریک جلسہ ہوئے جس وقت جلسہ کی طرف توجہ فرمائی
 تو تمام حاضرین مجلس کے جسم میں لرزہ پڑ گیا اور سب کے سب نالہ و زاری کرنے لگے ایک کو
 دوسرے کی خبر نہ تھی۔ دیر تک مدہوشی کا عالم رہا۔ جب ہوش آیا تو سب کے سب قدمبوس
 ہوئے۔ دوران قیام اجمیر شریف میں متعدد طالبین دست بچ ہوئے۔ اذان جملہ عبد اللہ
 سنگ تراش اور اس کی بیٹی رابی بن ابھی داخل سلسلہ ہوئے گو قبلاً عالم کے فیض سے کچھ نہ
 کچھ تو ہر ارادتمند مستفیض ہوتا تھا۔ گربلی بن نے زیادہ حصہ پایا۔ وہ خوش نصیب اجمیر
 شریف میں بی بی بن اللہ والی کے نام سے مشہور ہوئی اور تارک الدنیا ہو گئی۔

اسی طرح۔ ایک روز حضور جھاڑو کے قریب تشریف فرمائے تھے کہ ایک درویش آکر
 قدمبوس ہوئے اور آب دیدہ ہو کر کچھ عرض کرنا چاہا۔ کہ حضور نے مسکرا کر معاف کیا اور فرمایا
 کہ "بس اسی کے واسطے رویا کرتے تھے" شاہ صاحب کیف ہو گئے اور کہنے لگے کہ داتا میرا
 کام ہو گیا۔

غرضکہ دنیا کو راہ ہدایت دکھاتے۔ گھر کی دولت لٹاتے۔ اجمیر شریف سے ناگور تشریف
 لے گئے اور ناگور میں جو پہلا شخص حضور کا حلقہ بگوش ہوا وہ مولوی حسین بخت صاحب رئیس شہر
 اور پیر زادے ہیں۔ پھر ناگور سے قصبہ میرتا اور کوچر والا و گجرات تشریف لے لئے اور گجرات

سے قطع منازل فرماتے ہوئے بمبئی پہنچے اور بمبئی میں حاجی یعقوب سیٹھ مع اہل و عیال و نیز مشہور تاجر حاجی ذکریا میمن نے ایک کثیر جماعت کے ساتھ بیعت کی۔ اور مسٹر ابراہیم میمن منصف عدالت اپنے قومی لباس میں آکر مرید ہوئے۔ چنانچہ باوجودیکہ لوگ انتہائی مصرعے مگر حضور قبلہ عالم بغیر کسی اسباب عاقبت و بغیر کسی ہمراہی کے سادگی کے ساتھ اپنا کبیل لے کر بادبانی جہاز پر سوار ہو گئے۔ یہ حضور کا پہلا سفر حجاز تھا۔ اور حضور اس زمانہ میں صوم وصال کے روزے رکھتے تھے جو تیسرے روز افطار ہوتا تھا۔ حضور حالت صوم میں جہاز پر سوار ہوئے اور افطار کا سامان بھی کچھ ہمراہ نہ تھا۔ اور جملہ مسافروں سے علیحدہ ایک تاریک گوشہ میں بستر لگایا تھا۔ جب تین روز یا بروایتے سات یوم گذر گئے تو من جانب اللہ یہ خطرناک واقعہ پیش آیا کہ دفعتاً جہاز کی رفتار رُک گئی اور جہاز کی طوفانی کیفیت نظر آنے لگی۔ محمد تقی نامی ناخدا نے خطرہ کا اعلان کر دیا۔ ہر شخص سراپیمہ و پریشان ہونے لگا۔ رات کو بمبئی کے تاجر محمد ضیاء الدین سیٹھ نے خواب میں حضرت محمد علی اللہ علیہ آلہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم کھاتے ہو اور ہمسایہ کی خبر نہیں رکھتے۔ وہ خوش نصیب تاجر فوراً خواب سے بیدار ہوا تو خیال کرنے لگا کہ کوئی برگزیدہ بزرگ ضرور اس جہاز پر تشریف رکھتے ہیں جس کی اطلاع سردار دو عالم نے مجھ کو دی ہے۔ یہ سمجھ کر صبح کو تمام اہل جہاز کی عام دعوت کا اعلان کر دیا۔ تمام اہل جہاز شریک دعوت ہوئے مگر حضور قبلہ عالم نے جاوہ استقلال سے جنبش نہ سنرمانی چنانچہ دوسرے روز شب کو پھر بشارت ہوئی اس اپنی خوش نصیبی پر تاجر انتہائی مسرور تھا کہ دو رات متواتر زیارت حبیب الہی سے مشرف ہوا اور ذوق پیدا ہوا کہ اس خدا کے حبیب کی بھی زیارت نصیب ہو کہ جس کی بدولت میرا اطلاع خفتہ بیدار ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز پھر اس نے دعوت کا اعلان عام کیا۔ جب تمام لوگ شریک دعوت ہو چکے تب وہ خود خانہ

میں اس خیال سے کہ مبادا کوئی باقی نہ رہ گیا ہو تلاش کے لئے گیا۔ کہ یکایک اس تاجر کی نظر روئے انور پر پڑی بے ساختگی میں قدموں پر گر پڑا اور دست بستہ معذرت چاہی اور کھانا پیش کیا۔ آپ نے بہ مقتضائے اخلاق چند لقمے تناہل فرمائے۔ جب وہ تاجر اپنی جگہ پر گیا کہ یکایک جہاز چلنے لگا۔

اس کے بعد حضور کا یہ سفر جہاز ختم ہوا اور ۲۹ شعبان کو بوقت شب کہ معظمہ پہنچ گئے دوسرے روز یکم رمضان کو بغرض طواف روانہ ہوئے کہ باب السلام کے قریب ایک جلیل القدر بزرگ نے جو کہ معظمہ میں دوایر گیسے مشہور تھے آپ سے موافقہ کیا اور بشارت دی کہ صا حیزادے آج وہ انوار حضرت احدیت شاہدہ کرو گے جن کے دیکھنے کی استعداد صدیوں کے بعد خدا نے تم کو مرحمت فرمائی ہے "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" حضور قبلہ عالم یکم رمضان سے تا ادائیگی حج کہ معظمہ میں مقیم رہے۔ حضور کا یہ سفر تھا اور معمول میں داخل تھا کہ روزانہ جب رات کو سناٹا ہو جاتا اور صرف چیدہ چیدہ لوگ رہ جاتے اس وقت مقام ابراہیم میں بہ نیت نفل کھڑے ہو کر نہایت خوش الحانی سے مصری لہجہ میں دو رکعت میں پورا قرآن شریف ختم فرماتے اور نماز فجر کے بعد بستر پر جاتے اور تمام دن تاریخی مقامات اور مقدس یادگاروں کی سیر و زیارت گذر جاتا۔ اس دوران میں آپ کے تصرفات باطنی کا شہرہ عام ہو گیا اور سینکڑوں مقتدر ہستیاں اور ممتاز حضرات حلقہ بگوش ہوئے حضور نے اس پہلے سفر حجاز میں تقریباً سات یا بروایتے گیارہ حج کئے اس لئے ہر مرتبہ کچھ نہ واقعات ضرور پیش آتے تھے چونکہ ہر مرتبہ حضور کا کہ معظمہ میں قیام ضرور ہوتا تھا چنانچہ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور کہ معظمہ میں قیام پذیر تھے کہ مولوی عبدالحی صاحب

جہاں بھی خدمت میں بہ نظر طلب جانے لگے۔ ایک روز برسبیل تذکرہ مولوی صاحب نے مسئلہ وحدت الوجود سے قطعاً انکار کر دیا۔ سیدنا مظلّم نے عنایت فرمائی اور اپنے کبل میں ان کو چھپالیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد جب باہر نکلے تو خدا کو علم ہے کہ مولوی صاحب نے اس پر وہ میں کیا دیکھا کہ اسی وقت سے ان کی یہ کیفیت ہو گئی کہ ہمہ وقت پر کیفیت رہنے لگے اور چاہ زمزم کے قریب اپنے نام کی "یا عبدالحی" ہر ب لگانے لگے۔

علی ہذا۔ ایک روز غار ثور کی طرف گئے تو دیکھا ایک بوڑھی عورت نہایت دردناک آواز سے رورہی تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا جوان بیٹا مر گیا ہے۔ قبلہ عالم نے اس کو صبر کی ہدایت کی تو بڑھیا نے کہا کہ حکیم صاحب صبر اس ویرانے میں کہاں ملے گا۔ اور نہ میرے پاس پیسہ ہے جو مول لاسکوں۔ تمہارے پاس کوئی دوا ہو تو اپنے اللہ راہ پر اس کو کہلا دو کہ یہ زندہ ہو جائے۔ کیونکہ میرا یہی ایک لڑکا تھا۔ قبلہ عالم نے لڑکے کے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا وہ زندہ ہو گیا اس نے آنکھ کھول دی اور بات کرنے لگا۔

صلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وسلم

اسی طرح ایک روز قبلہ عالم غار حرا کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا ایک صاحب مراقبہ میں بیٹھے ہیں بعد فراغت سرکار نے دریافت کیا کہ اس ریاضت سے آپ کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میری طلب یہ ہے کہ مطلوب حقیقی کو دیکھ لوں مگر ابھی تک مراد پوری نہیں ہوئی حضور نے فرمایا کہ "آپ تو" آنکھیں بند کر کے دیکھتے ہیں تو کیسے دکھائی دے "من کان فی ہذہ الاعنی فہو فی الاخرة اعنی" اگر آنکھ کھول کر دیکھو تو مطلوب دکھائی دے "یہ کہہ کر چلے آئے مگر تھوڑے عرصہ میں وہ بزرگ کہہ

معظہ میں سرکار کے پاس حاضر ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضور کی توجہ سے میری برسوں کی مراد پوری ہو گئی۔

ایک روز طائف کے نخلستان میں قبلہ عالم نے دیکھا کہ اونٹ مجنون ہو گیا ہے اور اس کا مالک رورہا ہے۔ سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میری اور میرے اہل و عیال کی روزی صرف اسی اونٹ کے ذریعہ تھی۔ چند روز سے اس کی یہ حالت ہے کہ سب کو کاٹتا ہے۔ حضور نے بول کے کانٹے سے اس کی پیشانی پر ایک ابلہ تھا اس کو پھوڑ دیا۔ وہ اچھا ہو گیا۔

غرض کہ اس قسم کے واقعات ہر وقت اور ہر روز ظہور پذیر ہوتے رہتے تھے۔ جہاں تک علم ہو سکا ہے مختلف کتابوں میں درج ہیں چنانچہ حضور قبلہ عالم وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں سے بخت اشرف۔ کہ بلا تشریف اور کاظمین تشریف ہوتے ہوئے بغداد تشریف میں کچھ روز قیام فرما کر پھر مکہ کی کوچہ کو کہ معظہ پہنچ گئے یہ حج و تہنہ کو ہوا جس کو حج البنی کہتے ہیں اور بعد ادا فریضہ حج مدینہ منورہ ہوتے ہوئے اور سیر و سیاحت فرماتے بیت المقدس تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کے بعد افریقہ کی سیر و سیاحت میں مصروف ہوئے بعد میں پھر مکہ معظہ آئے اور بعد ادا حج مدینہ منورہ میں قیام کیا اور وقتاً فوقتاً شام و صبح کی بھی سیاحت فرمائی اور پھر مکہ معظہ تشریف لائے اور حج ادا فرما کر بہ سواری جہاز بمبئی واپس ہوئے اور اندور اور جین۔ نونک۔ اجمیر تشریف۔ دہلی ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچ گئے اور ایک ہفتہ قیام فرما کر دیوہ تشریف رونق افروز ہوئے۔

دوسرا سفر حجاز۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۵۴ھ کو شروع ہوا اور پیادہ پابراہ کابل و

قندھار ذیقعد کے تیسرے ہفتہ میں مدینہ منورہ پہنچ گئے اور زیارت سے مشرف ہو کر اور
مکہ معظمہ میں اداے حج فرما کر ترکی قافلہ کے ساتھ ساتھ قسطنطنیہ پہنچے اور عبداللہ صاحب
کے۔ جو اسی سفر میں حضور کا ارادتمند ہو چکا تھا "مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

ایک روز۔ عبداللہ صاحب نے انتہائی رغبت و التجا سے سرکار والا جاہ سے
سلطان وقت (عبدالحمید خاں) کے باغ کی بے حد تعریف کی اور اپنے ہمراہ سلطانی باغ
کی سیر کرنے لگے۔ سرکار باغ میں تفریح فرما رہے تھے کہ اتفاقاً طور پر سلطان عبدالحمید
خاں باغ میں پہنچ گئے اور حضور انور کے روئے زیبا پر نظر پڑتے ہی اس طرح بے چین
ہو گئے کہ گویا کوئی کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہو۔ قدمبوسی بجالانے کے بعد بہ اصرار تمام منزل
سلطانی میں لے گئے اور اپنی ارادتمندی کا نہایت ذوق شوق سے باقاعدہ اقرار کیا اور
مہ اہل و عیال حلقہ جگوش ہو گئے۔ سلطان کی ارادتمندی کی خبر مشہر ہوتے ہی اراکین
سلطنت بھی حلقہ جگوش ہونے لگے اور زیریں قلعہ ایک عام اثر دہام ہو گیا۔ ہر شخص جوش
ارادتمندی میں بخود نظر آتا تھا چنانچہ حضور قبلہ عالم سے عرض کیا گیا کہ لاکھوں مسلمان حضور
کی غلامی کا فخر حاصل کرنے کے لئے بے چین ہیں حضور والا جاہ نے اس موقع پر جو طریقہ
بیعت تجویز فرمایا وہ بھی ایسا نادرہ اور نرالا ہے کہ جس کی نظیر دینا پیش کرنے سے قاصر
ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "ایک رستہ کھڑکی سے لٹکا دیا جائے اور اعلان کر دیا جائے
کہ جس نے میرا رسہ پکڑ لیا وہ میرا مزید ہو گیا" اس حکم کے مشہر ہوتے ہی مجمع کا عجیب عالم
ہو گیا ہر شخص اس رستہ کشی میں حصہ لینے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر رہا تھا اور
لوگ مرید ہو ہو کر تصدیق کے ساتھ گلے مل رہے تھے۔ مجمع اس قدر پرجوش تھا کہ اراکین
سلطنت کو حضور سے عرض کرنا پڑا کہ حضور کہیں یہ محبت کا تماشہ خونی نظارہ نہ بینا جائے چنانچہ

اس التجا پر حضور والا نے رستہ علیحدہ کرادیا اور اپنا روئے انور کعبہ کی سے نکال یہ حکم دیا کہ "جس نے مجھے دیکھ لیا میرا مرید ہو گیا" **صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَسَلَّمَ** غرض کہ اسی سلسلہ میں جبکہ حضور ترکی کے مشہور اور تاریخی مقامات کی سیر میں مصروف تھے کہ درۂ دانیال میں یہ واقعہ پیش ہوا کہ بظاہر حضور کو تشنگی معلوم ہوئی اور حسین بک نامی ایک افسر نے آپ کو ایک گلاس سرد پانی پر آیا یہ کریمہ پڑھ کر پیش کیا کہ "یا سیدی۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اس کے صلے میں سرکار کی چشم عنایت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ اس جنگجو افسر کی ماہریت قلب بدل گئی اور سرکار عالم نواز کی نظر کا ایسا شکار ہوا کہ واپس محبت میں گرفتار ہو کر اور تمام تعلقات دنیاوی سے علیحدگی اختیار کر کے فقیر ہو گیا۔ رومی شاہ خطاب ملا۔ پھر حضور کی قدمبوسی کے لئے ترکی سے ہندوستان آیا اور چھند سال کی منزلیں طے کر کے بالآخر کوہ ابو پر جان بحق تسلیم ہو گیا۔

العرض قسطنطنیہ میں آپ کی محبت کا ہر فرد اسیر تھا کسی کو مفارقت گوارا نہ لگتی مگر جب آپ نے حج کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگ مجبور ہو گئے اور حضور عین ایام حج میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور بعد اوائے حج۔ سیر الالم کے عجائبات ملاحظہ فرماتے ہوئے سنگدل سپ ہو کر ۱۲۵۹ھ ہجری یا ۱۲۶۰ھ میں لکھنؤ واپس ہو کر دیوہ شریف رہنق افروز ہوئے۔

تیسرا سفر حجاز۔ حضور انور پیادہ منازل طے فرما کر رجب ۱۲۶۰ھ میں پھر بمبئی پہنچے اور بذریعہ دخانی جہاز روانہ ہو کر نبوغ اترے اور بعد زیارت مدینہ منورہ سے جماعت انصار ان کی معیت میں یکم ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے اور بعد اوائے حج آخری ذالحجہ کو عجمی قافلہ کے ساتھ ایران تشریف لے گئے اور ایران سے تمامی یورپ۔ روس و اطراف جرمنی۔ مصر۔ بیت المقدس کی سیر و سیاحت فرماتے اور ہر جگہ اپنی محبت کا ڈنکا

جاتے مدینہ منورہ اور وہاں سے خاد کعبہ تشریف لے گئے اور بعد ادا کے حج کچھ طبیعت
 ناساز ہو جانے کی وجہ سے ویزمکہ والوں کے اصرار سے کچھ روز قیام فرمایا اور بعد ادا کے
 حج کسی باطنی کشش کے زیر اثر آخر ذی الحجہ میں غیر معمولی طور پر اہل مکہ سے رخصت ہو کر تھرم
 کی ابتدائی تاریخوں مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور چندے قیام فرما کر ہندوستان روانہ ہو گئے
 اور بسببی کے قیام کے بعد جمیر شریف ہوتے ہوئے ۱۲۶۶ھ میں سرزمین دیوہ کو ایسا
 شرف بخشا کہ دنیا نے اس کی شرافت کا اقرار کر لیا۔ حتیٰ کہ حکومت کی ڈاک کی مہر میں بھی
 دیوہ شریف تحریر ہے۔ اور اس طرح حضور والا جاہ نے سترہ حج ادا فرمائے۔

حج کی خصوصیت۔ یوں تو دنیا میں بہت لوگ ایسے نظر آئیں گے کہ جنہوں نے
 بجائے سترہ کے ستر حج ادا کئے ہوں گے مگر یہاں پر تو ہم کو یہ حقیقت دیکھنا ہے کہ حضور والا
 جاہ کے عنقوان شباب میں جناب احدیت میں اس جدوجہد اور ایثار کی کیا قدر و قیمت
 ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ ہمارے ہزاروں اور لاکھوں حجوں سے حضور کا ایک حج بزرگ
 بہتر ہے اور خصوصی طور پر افضل ہے کیونکہ حضور والا کا حج دنیاوی نام و نمود سے اور زنیوی
 خیال سے پاک ہے اور صرف عشق و محبت سے مملو ہے حضور کے تامی حج ابتغای لوجہ اللہ
 ہوئے جو یقیناً اپنی جگہ پر نادرہ اور بے مثل ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اصلیت یہ ہے کہ حضور
 کو کعبہ اللہ کے ساتھ ایسی گہری نسبت اور روحانی تعلق تھا جو ہر ایک کو نہیں ہو سکتا۔
 حضور کو عوام کی طرح اینٹ و پتھر و چونہ کا طواف منظور نہ تھا بلکہ صاحب خانہ کی تلاش
 تھی۔ اور وہ لے۔ چنانچہ اکثر حضور مولانا کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

حج زیارت کردن حسانه بود • حج رت البیت مردانه بود

حضور کے فنا تم ہونے اور مقبول ہونے کے بابت یہ دلیل اور ثبوت کافی ہے کہ قبلہ

عالم کے حج کی من جانب اللہ شہرت ہوئی اور منادی نے چار دانگ عالم میں شہرت کا
ڈنکا بجا دیا اور بغیر کسی تفریک کے دنیا آپ کو حاجی کہنے لگی اور یہ ناوہ عرفیت اس
قدر معروف ہوئی کہ صرف حاجی صاحب کہہ دینے سے دنیا بچھو پاتی ہے کہ دیوہ شریف
کے حاجی صاحب کا تذکرہ ہے

ساتھ ہی اگر یہ بھی کہا جائے کہ حضور قبلہ عالم کو شاہِ حقیقی کا وصل حاصل ہوا اور حضور
حقیقت کعبہ سے کما حقہ آگاہ ہوئے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ اس نسبت خصوصی کی اس دلیل
سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضور والا کے حلقہ بگوشہ بھی کثرت سے حج بیت اللہ سے
خالص ہوئے اور ہوتے ہیں پیشینہ پیادہ پادو دراز کی مسافت طے کی اور راستوں
کی صعوبتیں برعناور رغبت گوارا کیں۔ بعض نے متواتر حج کئے۔ اکثر وطن چھوڑ کر سرزمین
حجاز میں قیام پذیر ہو گئے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو جماعت حلقہ بگوشاں واری میں اپنی
تعداد کے لحاظ سے حاجی زیادہ ہیں اور یہ سب شرف صرف اسی نسبت خصوصی کے باعث
ہے کہ ہمارے رہنمائے کامل پر حقیقت کعبہ منکشف ہے

لباس اس جگہ اس کی وضاحت کی بھی بہت ضرورت ہے کہ یوں تو قبلہ عالم
کے لباس دنیاوی میں وقتاً فوقتاً مختلف طور پر والہانہ انداز سے تبدیلیاں ہوتی
رہیں۔ مگر مستقل تبدیلی اس وقت سے شروع ہوئی کہ جس وقت حضور نے پہلے حج کے
لئے احرام زیب جسم فرمایا اور پھر اس کو تبدیل نہ کیا اور یہ دربار خداوندی کا لباس
آخر وقت تک زیب جسم رہا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ یہ لباس دربار خداوندی کی سالانہ
وردی ہے جو مخصوص اوقات حج میں ہر اہل دنیا کے لئے ضروری ہے اور مخصوص شرائط
کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مگر حضور والا کو دربار خداوندی میں کیا مرتبہ حاصل تھا اور

جس کا پتہ اس خصوصیت سے چلتا ہے کہ حضور والا نے اس دربار خدا و مہدی کی ورودی میں محبت کے رنگ کا اضافہ فرما کر عشق و حسن کی آبداری پر جلا فرمادی اور یہ رنگین احرام بجائے اہل دنیا کے عاشقان صادق کے لئے خصوصی ہو گیا۔ چنانچہ حضور والا جاہ نے پیلے شوخ رنگ کو زیادہ پسند فرمایا ہے جو عشق کا خصوصی رنگ ہے اور تاملی اہل اللہ نے بھی اس رنگ کو پسند فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ حدیث شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی پیلے رنگ کے احرام میں ہو گا۔ حضور والا کا یہ لباس (یعنی رنگین احرام) عموماً سوئی کپڑے کا اور عرض و طول میں ڈیڑھ گز سے چھ گز ہوتا تھا۔ اور اب بھی اس خوش نصیب کو جس پر اس وارث عالم نواز کی نوازش ہو جاتی ہے تو یہ لباس فاعزہ عنایت فرما کر نواز دیا جاتا ہے۔

صَلِّ عَلَى اللَّهِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ

سیاحت ہندوستان۔ حضور وارث پاک جب ۱۲۹۶ھ ہجری میں سفر حجاز سے واپس ہو کر دیوبند شریف رونق افروز ہوئے تو بعد چندے پھر کسی دور و دراز سفر کے لئے آمادہ ہوئے مگر ارادتمندان خصوصی نے بہزار منت و سماجت حضور کو مجبور کیا اور وعدہ لیا کہ آئندہ ہندوستان سے باہر سیاحت کے لئے تشریف نہ لے جائیں اس لئے سرکار والا جاہ کی سیاحت اندرون ہندوستان محدود ہو گئی اور ممالک مغربی اور مشرقی کو ہی کافی سمجھا اور سلسلہ مسافرت جاری رہا چنانچہ اکثر حضور نے فرمایا کہ ”ہم مسافر ہیں“۔

عالم شہاب اور سیرت شریف۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضور کی عمر شریف (۲۸) اٹھائیس سال کی ہو چکی تھی اور سیاحت بھی صرف اندرون ہندوستان محدود ہو چکی

تھی قبلہ عالم صورتاً و سیرتاً ایک مجسمہ حسن و عشق نظر آتے تھے اور خصوصی طور پر وہ تمام اوصاف
 خصوصیہ و نادرہ جو قبلہ عالم کے مورثان اعلیٰ (یعنی) پنجتن پاک کا حصہ خصوصی تھے آپ کی
 سیرت شریف میں نمایاں طور پر بے نقاب نظر آتے تھے۔ دوران سیاحت آپ کو اس کا
 خاص لحاظ رہتا تھا کہ مہمان داری کسی کو بار ہو اس لئے ابتدا میں ایک خادم اور بعد میں دو
 رہنے لگے مگر خادمان کو یہ خاص ہدایت تھی کہ میزبان کو کسی چیز کی فرمائش کا اشارہ بھی نہ ہونے
 پائے آپ ہمیشہ پیادہ پا سفر فرماتے تھے اس لئے میزبان کو سواری کے انتظام کی بھی ضرورت
 نہ ہوتی تھی۔

وضعداری۔ پابندی وضع میں اس قدر اہم تھا کہ اگر اتفاقاً ایک مرتبہ بھی آپ
 سے کوئی فعل سرزد ہو گیا تو بلحاظ وضع ہمیشہ اس کا خیال رکھا۔ حتیٰ کہ روزمرہ کی معمولی باتوں
 میں ایسی مستقل پابندی کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے نہانے دھونے
 غرضکہ ہر مشغلہ میں پابندی اوقات ملحوظ خاطر تھی۔ غیر ضروری یا خلاف آداب فقراموسے
 سخت احتیاط کی اور ان کا ترک قطعی داخل وضع تھا مثلاً چار زانو بیٹھنا آپ نے کسی خاص
 ضرورت کے وقت بھی جائز نہ رکھا۔ پلنگ تخت۔ مونڈھا۔ کرسی۔ قطعی مقطوعات میں
 تھا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے گھر تشریف لے گئے اور پلنگ پر نظر پڑ گئی تو واپس آگئے اور
 اس گھر میں جانا ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔ علیٰ ہذا مچھلی کبھی استعمال نہ فرمائی بلکہ آپ کے
 باورچی خانہ میں کبھی نہ پکتی تھی۔ استعمال لباس کا طریقہ یہ تھا کہ نصف حصہ سے ستر پوشی
 اور دوسرا حصہ بطور چادر زیب دوش جس سے فرق انور کھلا رہتا تھا صرف نماز کے لئے
 یا کھانے کے وقت گوشہ احرام یا دوسری چادر سراقدس پر اوڑھی جاتی تھی۔ سردی کی احتیاط
 یا دھوپ سے حفاظت کے لئے احرام یا کسی دوسرے کپڑے سے سر نہ ڈھانکا۔ کبھی کسی خاص

سبب سے ایسا بھی ہوا ہے کہ اسی طول و عرض کا احرام دو حصوں میں منقسم ہوا ہے جس میں ایک حصہ کو حضور انور نے ہمبند بنایا اور دوسرا ٹکڑا بطور چادر استعمال فرمایا اور یہی طریقہ اس خوش نصیب کے لئے ضروری ہو جاتا ہے جس کو ازراہ نوازش یہ احرام عطا فرما کر فقیر بنایا جاتا ہے اور وارثی فقیر کہلاتا ہے۔

رنگ لباس۔ بھی گہرا زرد یا زردی مائل جس میں بادامی بھی شامل ہے زیادہ پسند تھا اور سفید و سیاہ و سُرخ کسی وجہ سے مرغوب خاطر نہ تھے بلکہ اس قدر ممنوع کہ قطعاً متروک سمجھے جاتے تھے برخلاف ان کے صرف زرد رنگ ہی زیادہ مرغوب خاطر تھا۔

بستر مبارک۔ آپ کو بستر خواب کے لئے کبیل زیادہ پسند تھا۔ اس لئے زمین پر کبیل بچھا کر آرام آرام فرماتے تھے اور اس طرح کہ داہنے ہاتھ کو خم دے کر بچائے تکیہ سر کے پیچھے رکھ لیتے تھے اس لئے تکیہ بھی متروکات قطعی ہو گیا اور ہمیشہ خلاف وضع سمجھا گیا۔

مکان۔ آپ نے کبھی مکان نہیں بنایا بلکہ اپنی تمام زمینداری اور آبائی مکان یہ عمر چودہ سال اس طرح چھوڑا کہ پھر خیال بھی نہ کیا۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ "فقیر کا کوئی مکان نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔"

بحریدہ۔ آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی اور رسول کریم و التسلیم کے اس فرمان کی کہ

«الَّذِي لَا أَهْلَ لَهُ وَلَا وُلْدَ» تعمیل کی اور محروم رہے۔

تسلیم۔ چونکہ یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور قبلہ عالم اہلبیت انظہار کی خصوصیت جو بار اور حقیقی ورثہ دار ہیں اور اسی وجہ سے حضور کو مرتبہ تسلیم و رضا سے خاص نسبت تھی اور عظمت جلیلہ جو مخصوص طور پر آپ کے جانا مدار کا حصہ تھا آپ کو وراثتاً حاصل تھی چنانچہ اکثر حضور نے نہایت پر جوش لہجہ میں فرمایا کہ "تسلیم و رضا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا"۔

نے اپنے بابا جان سے پایا اور حنین علیہما السلام کے ذریعہ جس کا حصہ ہے وہ اس کو ملتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ "ہمارا مشرب عشق ہے جس میں انتظام حرام اور رخصتے شاید حقیقی کے سامنے سرخم کرنا فرض عین ہے" اور اس طرح بھی ارشاد ہوا کہ "تسلیم و رضا کا مسلک اور ہے اور مشائخین کا طریقہ اور ہے" چنانچہ اس مخصوص صفت سے آپ کی زمانہ واقف ہو گیا کہ تمام عمر آپ کی زبان سے حرف شکایت نہ نکلا۔ نہ گرمی کی شکایت نہ سردی کا غم۔ نہ بیماری کا ذکر نہ صحت کی خواہش۔ بلکہ اقتضائے تسلیم یہ تھا کہ منشائے الہی سے اختلاف کا اشارہ بھی نہ ہوا۔ حتیٰ کہ دُعا اور بددُعائوں سے احتراز فرمایا اور فرمایا کہ "فقر نہ دوست کے واسطے دعا کرتا ہے نہ بددعا۔ کیونکہ دوست دشمن کا پردہ ہے" اسی طرح گندھے تعویذ سے احتراز فرمایا اور اپنے خرقہ پوشوں کو ہدایت فرمائی کہ "فقر کو چاہیے کہ نہ گندھے نہ تعویذ" اسی طرح سوال کرنا بھی قطعاً ممنوع چنانچہ اپنے خرقہ پوشوں سے فرمایا کہ "مرجانا مگر سوال نہ کرنا" حضور قبلہ عالم نے کبھی پانی بھی طلب نہ کیا اگر کبھی پیاس معلوم ہوئی تو خدام خاص سے ارشاد فرماتے کہ "پانی پی لوں" اگر دے دیا گیا تو پی لیا ورنہ خاموش ہو گئے۔

توکل و استغناء بھی حضور کا خصوصی جوہر تھا۔ حضور ادا اہل عمر سے تانفس آخر اسباب

ضروری اور سامان لازمی سے دست بردار رہے۔ ہر امر میں خدا پر بھروسہ اور ہر حالت میں خدا پر تکیہ۔ جو توکل کا اہل کی حقیقی تعریف ہے اور خرقہ پوشوں کو بھی بایں الفاظ تاکیداً تعلیم دی کہ "اہل تصدیق کسب نہیں کرتے" اور یوں بھی ارشاد فرمایا کہ "کسب پر بھروسہ رہے گا تو تصدیق محال ہے" اور کمال استغناء یہ تھا کہ کسی چیز میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز نہ کی سونے اور مٹی کو یکساں جانا۔ سرکار عالم پتہ کو روپیہ اور اشرفی وغیرہ و نیز جملہ سکجات

سے سخت تنفر تھا یہاں تک کہ دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ حاجت روائی اس قدر محبوب تھی کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ حضور والائے اپنا لباس اور اوڑھنا بچھونا تک سائل کو دے دیا۔ اور جسم اقدس پر صرف لنگوٹی باقی رہ گئی۔

شماٹل شریف۔ حضور و ارث پاک کے شماٹل شریف کا تذکرہ اور اس کی تعریف میرے خیال میں انسانی طاقت سے بالاتر ہے صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ حضور کے جسم کا حصہ اپنی جگہ پر حسن مجسم تھا کیونکہ جس شخص کی جس عضو پر نظر پڑی دیکھ نہ سکا اور کیفیت ہوگی۔ حتیٰ کہ کوئی زلفوں کا دیوانہ تو کوئی آنکھوں کا مستانہ کوئی ابرو کا شکار تو کوئی نظر کا بیمار نے روئے انور پر نظر پڑتے ہی لکھو دیا اور کسی نے تو عالم بخود ہی میں یوں کہہ دیا کہ

یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہو حقیقت منکشف

روئے و ارث میں خدائے حسن کی تصویر دیکھ (محبوب)

سرکار والا جاہ کتنے ہی مجمع میں کھڑے ہونے کتنا ہی قدر اور شخص ساتھ ہوتا مگر حضور کا سر مبارک سب سے اونچا نظر آتا تھا۔ ہر اعضا حسن کی بے نظیر تصویر اور نور کے سانچے میں ڈھالا ہو۔ غرض کہ امکان تعریف سے ناممکن اور اگر کسی نے جسارت بھئی کی تو اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کہ

حسین دیکھے جمیل دیکھے ولیک تم ساتھ ہیں کو دیکھا

پائے مبارک۔ کی یہ صفت تو عام طور پر بہت مشہور ہے کہ قبلہ عالم باوجودیکہ پیادہ پا چلنے کے عادی تھے مگر حضور کے پائے مبارک گرد آلود نہ ہوتے اور نہ کبچڑ پانی سے میلے ہوتے۔ حتیٰ کہ سفید فرش پر دھبہ نہ آتا تھا اکثر امتحاناً لوگوں نے زمین کو پانی سے تر کر دیا اور نشست کی جگہ پر سفید فرش بچھایا گیا اور حضور والا پانی سے گزر کر فرش پر شریف لے گئے مگر فرش پر مطلق دھبہ نہ آیا علاوہ بریں سرکار کے پائے مبارک میں ایک

اور حیرت انگیز صفت دیکھی گئی کہ جس طرح عام طور پر ہر ایک پیر کے تلوے کا چمڑا تمام جسم کی کھال سے ویزا اور ایڑی سخت ہوتی ہے مگر حضور والا جاہ کے پیر کے تلوے ماں کی گود میں رہنے والے بچہ کے تلوے سے بھی زیادہ نرم اور گداز تھے۔

صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ

خوشبوئے دلآویز۔ حضور کی یہ خصوصیت بھی ایسی خاص اور نادرہ ہے کہ حضور کے جسم اطہر سے ایسی دلآویز خوشبو آتی تھی کہ علاوہ ارادتمندان کے غیر مریدین و نیز ہر وہ خوش نصیب انسان جس کو حضور والا کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا ہے بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکا جس کی شہادت میں ہزاروں ہر ملت و مذہب کے لوگوں کی شہادتیں سینکڑوں مختلف کتابوں میں درج ہیں۔ گو یہ کوئی خاص تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ عنایت ایزدی سے جو صفات محمدیہ کا مظہر اتم ہو تو اگر وہ اپنے جدا علی کی اس صفت سے بھی موصوف ہو تو کوئی مقام حیرت نہیں ہے بلکہ اس دلبند مصطفوی کا نبی شرف اور وہی اختصاص اسی کا مقصد ہے کہ اس کی امتیازی شان کا خلق میں اظہار ہو اور اس کے جسم اطہر و معطر سے سیادت کی مشک بیز خوشبو آئے اور اس نادر اور عظیم الظہیر خوشبو سے یار و اغیار سب کے سب متاثر ہوں چنانچہ جس خوش نصیب کا دماغ ایک مرتبہ بھی حضور کے جسم اقدس کی اس بھینی بھینی دل آویز اور مخصوص خوشبو جس کو کسی دوسری خوشبو سے نہ تو تمثیل دی جاسکتی ہے اور نہ ایسے الفاظ ٹھکن ہیں کہ جس کے ذریعہ اس قدرتی اور دل فریب خوشبو کی کیفیت کا اظہار ہو سکے) سے متاثر ہو گیا وہ تمام عالم کی خوشبوؤں کو اس خوشبو پر قربان کرنے کو تیار ہو جاتا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جو کپڑا حضور والا کے جسم اقدس سے مس ہو گیا اس میں بھی وہ خوشگوار خوشبو اس طرح دخل کر لیتی تھی کہ ہر پرستار اس کپڑے کو دیکھ کر فوراً شناخت کر لیتا کہ یہ ہمارے سرکار عالم نواز کے جسم اطہر سے مل چکا ہے

اکثر عقیدتمند قیمتی کپڑوں کا احرام مختلف پھولوں کے رنگوں میں اور مختلف قیمتی سے قیمتی عطروں میں بسا کر پیش کرتے تھے مگر زیب تن ہونے کے بعد تمام خوشبوؤں پر جسم اطہر کی خوشبو اس قدر ہاوی ہو جاتی تھی کہ خوشبویات عطر باقی نہ رہ جاتی تھی اگر ناظرین کو حضور کی اس صفت عالیہ کے متعلق شبہ باقی ہو تو اب بھی سالانہ عرس یا کانک کے میلے کے موقع پر جبکہ ہر مذہب و ملت کے بیدائی ہزاروں قسم کی ہزاروں چادریں ہزاروں کی تعداد میں بازار سے خرید خرید کر لاتے ہیں اور طرح طرح کے عطروں میں بسا کر مزار اقدس پر چڑھاتے ہیں ان سے ناظرین اپنا اطمینان کر لیں اور تصدیق فرمائیں کیونکہ وہ تمام چادریں مزار اقدس سے مس ہوتے ہی اپنی اصلی ماہیت سے دور ہو جاتی ہیں اور تمام چادریں اس مخصوص خوشبو سے معطر نظر آتی ہیں جو حضور انور کے جسم معطر کی انوکھی خوشبو ہے۔

”فَبَايَسَّ الْآلَاءَ رَبِّكَ مَا تَلَدَّ بَانَ“

طریقہ بیعت۔ نرائے کی سب بات نرالی۔ سرکار وارث عالم نواز نے ہم عاصیوں کو نوازنے کے لئے جو طریقہ بیعت ترتیب دیا وہ بھی دنیا سے نرالا ہے اور اس قدر جامع اور وسیع المعنی ہے کہ جس کی نظر نہیں ملتی۔ حضور والا کی توجہ دراصل رسمی بیعت کی طرف نہ تھی بلکہ ہم غلاموں کو حقیقی بیعت سے سرفراز فرمانا تھا چنانچہ جو ارشادات بھی بیعت کے متعلق سرکار والا جاہ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی اصل غایت کیا ہے فرمایا کہ ”پیر کی محبت مرید کا دین ہے“ فرمایا کہ ”ہاتھ پکڑنے سے کیا ہوتا ہے دل کو پکڑو“ فرمایا کہ ”بے محبت خدا نہیں ملتا“ فرمایا کہ ”اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی میں تمہارے ساتھ ہوں“ ان جملہ ارشادات کا بیچ مطلب یہ ہے کہ صرف ہاتھ پکڑنا کافی نہیں بلکہ شرط اول محبت ہے حضور نے

جس خوش نصیب کی بیعت اپنے دست تہی پرست پر لی۔ اس سے بایں الفاظ اقرار کرانا کاتی سمجھا کہ ”ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا پنجتن پاک کا خدا و رسول کا“ بظاہر تو یہ مختصر الفاظ دیگر سلسلہ جات سے یکسر مختلف و مختصر اور نرالے ہیں مگر اگر مختصر اغور کیا جاوے تو سمندر کوزہ میں نظر آتا ہے۔

چونکہ حضور و ارث عالم نواز کا مشرب عشق تھا اور سلسلہ عشق شہزاد پنجتن پاک سے شروع ہو کر پنجتن پاک ہی پر ختم ہونا ہے اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ حضور نے اپنے خاص بزرگوں کی اطاعت کا اقرار لیا اور اپنے ہر غلام کو پنجتن پاک کی حمایت میں دے دیا اور یہی وجہ ہے کہ ہر غلام کو نجات کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

غائبانہ بیعت۔ چونکہ حضور کی بیعت کا حقیقی ما حاصل صرف نجات ہے اس لئے ہزاروں غلاموں کو غائبانہ بیعت سے بھی سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے بذریعہ خط حلقہ بگوشی کے لئے استدعا کی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ”لکھ دو اگر مجتہد ہے تو مرید ہیں“ اور بعض نے عالم رویا میں بیعت حاصل کی تو حضور نے اس بیعت کو قائم رکھا۔

اکثر اس کرم فرمائے عالم نے استدعا کرنے پر مرحومین و نیرائندہ پیدا ہونے والوں کو بھی داخل سلسلہ فرما کر نوازش فرمائی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا مدار شاہ وارثی متوطن مضافات گیانے عرض کی کہ میرے خاندان میں ایک بی بی کچھ آسیاب کی وجہ سے حاضر سے مجبور ہیں مگر بیعت کی از حد تمنا ہے۔ سرکار نے فرمایا کہ ”وہیں رہیں ہم نے مرید کر لیا جائے ارشاد ہوا کہ ”اچھا سب کو مرید کر لیا“ جب یہ دریا ئے فیض کا جوش دیکھا تو موصوف نے عرض کیا کہ حضور میرے

بتدگاں باسبنی کو بھی مرید کر لیا جائے حضور نے منبسم لبوں سے فرمایا کہ ”اچھا سب کو مرید کر لیا۔“

علیٰ ہذا ایک مرتبہ قاضی منیر عالم صاحب مختار در بھنگہ نے عرض کیا کہ مجھ کو تو شرف بخشا ہے مگر میرے ابا و اجداد اس نعمت سے محروم ہیں آپ نے فرمایا کہ ”ان کو بھی مثل اپنے ہمارا مرید سمجھو“ قاضی صاحب نے جو یہ شفقت دیکھی تو عرض کیا کہ میرے خاندان میں جو آئندہ پیدا ہوں وہ بھی ظلِ حمایت وارثی میں آجائیں ارشاد ہوا کہ ”منیر عالم محبت سے سب کچھ ہو سکتا ہے“ اور ایسا بھی ہوا ہے کہ بر بنائے واقعات یہ ظاہر فرمایا ہے کہ حضور اپنے مریدوں کو روز الحست سے پہچانتے ہیں اور اسی روز سے اپنی مریدوں کی تربیت فرما رہے تھے کہ جب وہ صابون میں تھے۔

ایک مرتبہ ایام کاتک میں چند عقیدت مند حضور والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حصول شرف بیعت کی استدعا کی۔ حضور نے یقین یا چار ارادت مندوں کو داخل سلسلہ فرمایا لیکن ایک طالب کا ہاتھ پکڑا تو فوراً چھوڑ دیا اور مسکرا کر فرمایا کہ ”اب بیعت کی کیا ضرورت ہے تم کو تو ازل ہی سے محبت ہے“

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضور والا جب بانگی پور تشریف لے گئے اور وہاں کے معزز حضرات حلقہ بگوش ہوئے تو مولوی محمد احسن صاحب بھی جو معمر اور نہایت مقتدر شخص تھے اور برابر بحال شوق ارادت حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے مگر سرکار نے ان کو مرید نہیں فرمایا۔ بالآخر مولوی عبد الکریم صاحب نے سفارش کی تو ارشاد ہوا کہ ”بیعت کی کیا ضرورت ہے ان کو تو ازل سے ارادت و محبت ہے اور اگر یہی خوشی ہے تو آؤ ہاتھ پکڑ لو“ بہر صورت اس آخر اور نادر سلسلہ وارثیہ میں اصل چیز محبت ہے اگر محبت ہے تو مرید ہے۔ اور اگر محبت نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے۔

شجرہ کی رسم: چونکہ حضور انور کو بغیر کسی پیر طریقت کے واسطہ کے ہی ترمی فیوض براہ راست پنچتن پاک (یعنی بارگاہ مصطفوی و مرتضوی سے حاصل تھے اسی وجہ سے حضور نے رواج زمانہ کے مطابق کسی سلسلہ پیران طریقت کا طریقہ نہ تو بیعت میں جاری فرمایا اور نہ رسم شجرہ کی ضرورت سمجھی۔ جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں اکثر شجرہ بوقت بیعت پڑھایا جاتا ہے یا اکثر شجرہ کی مداومت کا حکم ہوتا ہے۔ چونکہ حضور والا صرف پنچتنی اور وارث ارث مرتضوی تھے اس لئے حضور نے اقرار بیعت میں جن تسبیح فیض و عطا کے اسمائے گرامی تعلیم فرمائے بس یہی شجرہ تھا۔

حضور والا جاہ نے کبھی یہ انتہام نہیں فرمایا کہ کسی حلقہ بگوش کو مرید کرتے وقت شجرہ عنایت فرمائے یا شجرہ ورد کرنے کا حکم دیتے بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ ”شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے یہاں دل کے شجرہ سے کام ہے“ فی زمانہ جو اکثر فقراء و وارثی شجرہ تقسیم کر دیا کرتے ہیں تو صرف اس کی اتنی اصلیت ہے کہ قبلاً عالم کو صغیر سنی میں بظاہر خصوصی طور پر سلسلہ قادریہ و چشتیہ سے تعلق ہوا تھا۔ صرف اسی لئے ۱۲۵۲ھ میں خادم خاص رحیم شاہ وارثی نے شیخ ابو علی صاحب تعلقہ وار سے جو حضرت خادم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے شجرہ قادریہ و چشتیہ لاکر سرکار والا جاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو حضور کا نام بھی اس میں لکھ دیا جائے آپ نے فرمایا کہ ”لکھ دو۔“ پس وہ شجرہ بیاض میں نقل ہوا اور منشی محمد بخش صاحب شائق دریاومی نے شجرہ قادریہ نظم کیا اور سرکار والا جاہ جب بانکی پور تشریف لے گئے تو دیگر تحفوں کے ساتھ یہ شجرہ بھی پیش ہوا جس کو چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہوا تھا۔ حضور نے جس طرح دوسرے تحفے حاضرین میں تقسیم فرمائے اسی طرح یہ شجرے

بھی کسی کو دس اور کسی کو بیس دلو اور بقیہ کی نسبت مولوی عبدالکریم صاحب متوطن شیخ پورہ سے فرمایا کہ "یہ تم لے جاؤ" اس واقعہ کے گواہ غالباً اب بھی موجود ہوں۔ بعدہ اس قسم کے شجرے مختلف عنوان سے نظم بھی ہوئے اور چھپوائے بھی گئے اور خدام اکثر تقسیم بھی کر دیتے تھے۔ مگر اس کو ملتا تھا جو طلب کرتا تھا۔ خصوصی انتظام نہ کبھی تھا اور نہ اب ہے کہ جو خرید ہو اس کو شجرہ ضرور دیا جائے۔

رشد و ہدایات :- چونکہ حضور قبلہ عالم کو جو قوی خصوصیت اور ممتاز نسبت حضرات پختن سے ہے وہ دیگر صوفیائے کرام میں نہیں پائی جاتی اسی لئے قبلہ عالم نے رشد و ہدایات ذکر و اشغال مزیدین میں جو نمونہ پیش کیا وہ بھی اپنی جگہ پر نادر اور عدیم المثال ہے حضور وارث پاک نے اگر کسی کو اس کے ظرف کے مطابق ہدایات و نیرانے تو کسی کو اپنی عالی ظرفی سے ظرف کو وسعت عطا فرما کر اپنی وسیع النظری کا ثبوت پیش کیا اور ساتھ ہی فیض عمل بھی ایسا عنایت فرمایا کہ ہر شخص کامیاب ہوا۔

جنا پنچہ کسی کو ادائے فرض کے ساتھ اور ادو وظائف میں مشغول رکھا۔ بعض آپ کے حکم سے دائم الصوم ہوئے۔ بعض سے متعدد حج کرائے۔ کسی کو ذکر جلی اور کسی کو خفی تعلیم فرمایا۔ کسی کو گوشہ نشین کیا۔ کسی کو سیر و سیاحت میں مصروف رکھا۔ کسی کو تارک الدنیا فقیر بنا دیا۔ کسی کو بیٹھنے کا حکم دیا تو وہ تاحیات بیٹھا ہی رہ گیا۔ کسی کو آنکھ بند کر کے تصویر یا میں مجویت کا حکم ہوا تو اس نے باوجود قدرت مرتے دم تک آنکھ نہ بند کی کسی کو تجرید کا حکم دے دیا۔ غرضکہ یہ عہد وارثی اپنی نوعیت میں ایسا فرد اور ماہیت میں ایسا یگانہ ہوا کہ جس کی عظمت و جلالت کا دنیا کے ہر گوشہ میں تقارہ بچ گیا اور دنیا نے تسلیم کر لیا کہ حضور والا جاہ کی ہستی صحیح طور پر وارث ارث مصطفوی و مرتضوی ہے

اور بالدلیل نادر الوجود ہستی ہے۔

صہلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وسلم

احکاماتِ عامہ۔ وہ ہیں جو بر مرید کے لئے یکساں طور پر جاری ہوئے اور وہ بھی اس قدر جامع ہیں جس کی نظیر نہیں ملتی فرمایا کہ ”محبت کرو“ اور ”کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ“ ان دونوں ہدایات کا مضمون جس قدر صفات اور مختصر ہے اسی قدر زیادہ بالعمنی۔ مفید اور کارآمد ہے۔ پہلی ہدایت کہ ”محبت کرو“ ایسی ہدایت ہے کہ جس کے بغیر نہ دنیا کی تکمیل ہو سکتی ہے اور نہ عقبی کی۔ درحقیقت صرف محبت ہی ایسی نسبت ہے جو انسان کو صحیح طور پر تابعداری کی تعلیم دیتی ہے اور مالک اور بندے کی تمیز پیدا کرتی ہے اور یہی نسبت ادنیٰ کو اعلیٰ اور قطرہ کو دریا بنا دیتی ہے۔ محبت ہی باعثِ تخلیق عالم ہوئی اور یہی علتِ غائی سبب وجود آدم ہوئی پس اس سے قوی تر ذریعہ موصل الی اللہ نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور دوسری ہدایت بھی جو محبت کی خصوصی شان ہے اور وہ یہ کہ ”کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ“ یعنی راضی برضا رہو اور بھروسہ کامل رکھو یہ توکل باللہ کی تعلیم ہے اور پھر خوبی یہ ہے کہ توفیق کے ساتھ۔ اس کی بھی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

احکاماتِ خصوصیہ۔ وہ احکامات ہیں جو کسی خاص فرد کے لئے صادر ہوئے اور خصوصیتوں اور احکامات کی یہ ہے کہ جس کو وہ حکم دیا گیا معاً حکم کے ساتھ ماہیت قلب بدل گئی اور حکم مکمل ہو گیا کیونکہ بظاہر وہ احکامات اس قدر اہم ہوتے تھے کہ اس کی تکمیل تو درکنار اس کا سمجھنا بھی اور اک انسان سے باہر تھا بڑے بڑے عاقل و دانا عالم و فاضل اپنی عقل اور علم سے بے گانہ ہو کر دیوانے جیسے نظر آتے تھے۔

چنانچہ - ملا رضى الدين بغدادى - اتفافية كسى تقرب ميں ہندوستان آئے تھے سرکار عالم پناہ كا جو نام نامى سنا تو پہلے تو معترض رہے - كچھ عرصہ كے بعد خوبى قسمت سے حضورى نصيب ہو گئى تو ايك نظريں دنيا بدل گئى - لباس عالمانہ جسم سے اتر گيا اور فقير ہو گئے - بغدادى شاہ خطاب ملا اور ظاہرى مشغلہ كے لئے يہ حكم ديا گيا كہ بازار ميں پڑانے جو توں كى مرمت كيا كرو - مگر اس شرط كے ساتھ كہ چار پيسے سے زائد كى مزدورى نہ كرنا اور اس ميں سے بھى دو پيسے خيرات كر ديا كرنا - چنانچہ موصوف نے زندگى بھر يہى كيا اور كبھى اپنے علم كا نام بھى نہ ليا اور نہ زبان پر لائے -

علی ہذا - مولوى ہدایت اللہ صاحب وآرٹى محدث سورتى جو مختلف علوم كے عالم تھے بلکہ ہفت زبان مشہور تھے جب حلقہ ارادت ميں داخل ہوئے تو سب علم باطل ہو گئے اور زبان حال پر يہ جارى تھا - کہ

جو پڑھا لکھا تھا نياز نے اُسے صاف دل سے بہلا ديا

اسى طرح :- مولوى عبدالكريم صاحب وآرٹى متوطن شيخ پورہ ضلع مونگیر (جو علامہ وقت تھے) كو حضور والا نے جو محبت كى تعليم دى - تو مدوح عالم سہو ميں ايسے مستغرق ہوئے كہ بغدادى قاعدہ پڑھانے كى بھى صلاحيت نہ رہى اور گوشہ نشين ہو گئے -

اکثر علماء ہندو - جو وید اداستریں یگانہ اور اپنے مذہب میں مذہب کے پیشواؤں میں تھے - مثلاً پنڈت رام اوتار شاستری جو سنسکرت کے زبردست عالم تھے اور دہیان دگیان میں پختہ تھے - خوش قسمتی سے حاضر خدمت ہو گئے - نہ معلوم کیا دیکھا کیا سمجھا - جو نہ بتا سکے اور نہ سمجھا سکے اور فقیر ہو گئے - پنڈت فضل رسول شاہ خطاب پایا - اسى طرح ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب وآرٹى رئیس اعظم ملاوٹی ضلع مین پوری - جن كى شان

وشوکت و امیرانہ زندگی کے متعلق ان کی عالی شان کوٹھیاں اب تک ان کی ریاست میں یادگار موجود ہیں۔ چشم زدن میں کیا سے کیا ہو گئے کہ اپنی ریاست و املاک سے یکسر دستبردار ہو گئے اور بے نیاز عالم ہو کر صرف دارث پاک کے نیاز میں کھو گئے۔ حتیٰ کہ فقیر ہو گئے۔
وقار شاہ خطاب ملا۔

اسی طرح پنڈت کیسورائے جو ملک مالابار کے باشندے تھے اور علوم مذہبی میں کمال حاصل تھا مگر تحقیق حق کے خیال میں ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے روئے انور پر نظر پڑتے ہی حقیقت آشنا ہو گئے۔ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ قومی و دنیاوی لباس سے بیزار ہو گئے۔ لباس فقر ملا۔ پنڈت دیندار شاہ خطاب ملا۔

ایسی ہی عجیب صورت پنڈت سیتارام پوجاری کی ہوئی۔ موصوف بہت خوشحال اور باکمال پنڈت تھے۔ قدم بوسی کے خیال سے حاضر خدمت ہوئے دوران گفتگو میں قبلہ عالم نے فرمایا کہ ”پنڈت جی برہم پچانو“ پنڈت جی نے جواب دیا کہ دھرمانا پہچان لیا۔ ارشاد ہوا کہ پھر ملاقات ہوگی، پنڈت جی نے کہا کہ ہمارا حج جب تک نہیں پہچانا تھا تو در بدر تلاش میں پھرتا تھا اور جب پہچان چکا تو اب کہاں جاؤں۔ سرکار عالم نوانے مسکرا کر خرقہ تفویض فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ”پنڈت جی گھر نہ بنانا سیاحت میں مرجانا اور سات فاتے بھی ہوں تو ہاتھ نہ پھیلانا“ دین محمد شاہ خطاب ملا۔

چنانچہ اسی طرح ہزاروں قسمت والے چشم زدن میں بلا تفریق مذہب و ملت نواز جاتے تھے گویا گھر کی دولت سخاوت کے ہاتھوں سے ایسی لٹ رہی تھی کہ جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مجاہدات:- غرضکہ جس ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی طرف اس دارث ارت مرٹضوی

نے ذرا بھی توجہ فرمادی تو اس سے ایسے ایسے مجاہدات تکمیل کرا دے کہ دنیا انگشت
بدنوں رہ گئی۔

مثلاً عظمت شاہ وارثی اور عبدالحی صاحب وارثی جگوری اور عباس شاہ وارثی
وغیرہ کو تعلیل غذا کی ہدایت تھی اور مخدوم شاہ وارثی دریا بادی اور پیر شاہ وارثی
مقیم ہر دوئی و نمازی شاہ وارثی اور حاجی گھوڑے شاہ وارثی کو ترک لذات کا حکم تھا
جو بہت سادی غذا کھاتے تھے اور لذت نہیں لیتے تھے اور بعض کے واسطے ترک
حیوانات کا فرمان تھا جو نمک سے یا پانی میں روٹی بھگو کر کھا لیا کرتے تھے بعض کو
مسلل روزہ رکھنے کا فرمان تھا۔ چنانچہ حاجی فیضو شاہ صاحب وارثی خادم خاص
نے حسب الحکم چھبیس سال تک اور ابوالحسن شاہ وارثی متوطن اٹاواہ نے بارہ سال
تک اور بابو کنہیا لال صاحب وارثی علی گڑھ والے نے چودہ سال تک مسلل روزہ
رکھے اور حاجی بکی شاہ وارثی متوطن بارہ بنکی اور مسکین شاہ وارثی اور حاجی رمضان
شاہ وارثی متوطن فتح پور اور بی بی سکینہ وارثیہ دختر گلاب شاہ سکینہ آگرہ تمام عمر دائم
الصوم رہے اور قائم اللیل تھے اور بی بی نصیب شاہ وارثیہ تاحیات اس کی پابند رہیں
کہ دو روزہ صرف پانی سے انظار اور تیسرے روز بعد افطار کھانا کھاتی تھیں اور حافظ احمد
شاہ وارثی اکبر آبادی نے بارہ برس نماز معکوس پڑھی اور شیخ مقصود علی وارثی پیتے پوری کو
صلوٰۃ عشق کی مداومت کا حکم تھا اور مولوی برکت اللہ صاحب وارثی پہلی بھیت کو روزانہ
چوبیس ہزار چار سو چوبیس مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم تھا اور لکھنؤ میں ایک سیدانی بی
بی وارثیہ تھیں انکو کلمہ طیبہ کے ورد کا بایں شرط حکم تھا ہر وقت با وضو پڑھا کر و چنانچہ
دیکھا گیا ہے کہ اس فرمان کی تعمیل میں وہ ضعیفہ اس قدر منہمک تھیں کہ بات کرنا چھوڑ

دیتی تھیں اور کھانا باصرار ایک وقت کھاتی تھیں۔ صرف اس خیال سے کہ ورد میں نقصان نہ آجائے۔ بعض کے لئے جاندار سواری کی ممانعت تھی بعض ہر سال حج کرتے تھے بعض کے لئے دن کو سونے اور رات کو جاگنے کا حکم تھا۔ چنانچہ تیم شاہ وارثی چالیس برس تک شب بیدار رہے۔

ایک مرتبہ سرکار عالم نواز لکھنؤ میں شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر لب دریا تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک طالب خدا نے حاضر ہو کر قطع تعلقات کی استدعا کی حضور نے اپنا مستعمل لباس اس کو تفویض فرمایا اور بیدار شاہ خطاب دیا اور ذکر اسدی تعلیم فرمایا اور ارشاد کیا کہ رات دیدار کے لئے ہے نہ کہ خواب کے لئے تم شب کو آبادی کے باہر یہ ذکر بالجہر کیا کرو اور جب تھک جاؤ تو کلمہ طیبہ یاد رو د شریف کا ورد مسلسل رہے اور دن کو اگر نیند معلوم ہو تو اس طرح سونا کہ لوگوں کی آواز رفتار اور گفتگو بخوبی سنانی دے۔“

اسی طرح حاجی موسیٰ شاہ وارثی تادم واپس کھڑے نہیں ہوئے کیونکہ ان کو بوقت ہتھند پوشی قناعت کی بایں الفاظ ہدایت ہوئی تھی کہ ”فقیر کو چاہئے کہ خدا کی کفالت پر بھروسہ کرے اور صبر سے بیٹھا رہے۔“ اسی طرح ایک جن بی صاحبہ کو جب ہتھند مرحمت ہوا تو فرمایا کہ ”خدا رازق ہے ٹانگ توڑ کر اس کے بھروسہ پر بیٹھو۔“ اس فرمان کی تعمیل میں وہ ثابت قدم عورت تینتیس سال تک کھڑی نہیں ہوئی اور اسی حال میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بعض ارادت مندوں کو بستی میں آنے کی ممانعت تھی جن کی زندگی ویران جنگلوں اور غیر آباد پہاڑوں پر کٹی مثلًا جنگلی شاہ وارثی پیتے پوری ایک جنگل میں غزلت گزین تھے اور جمیل شاہ وارثی شملہ کے پہاڑ پر ایسے خطرناک مقام پر رہتے تھے جو گذرگاہ عام نہ تھا اور حافظ دوست محمد صاحب وارثی اجیر شریف میں حافظ جمال صاحبہ کے چلنے کے قریب پہاڑ کے ایک

درہ میں تاحیات مقیم رہے ایسے مجاہدین ہندوستان میں تو بکثرت پائے گئے بلکہ ہندوستان کے باہر بھی ایسے مجاہدین کو اخوان ملت نے دیکھا ہے چونکہ اس کتاب میں خصوصی طور پر اختصاراً نظر دیا گیا ہے زیادہ واقعات درج نہیں کئے گئے۔ دوسری بڑی بڑی کتابوں میں کثرت سے واقعات درج ہیں۔

چنانچہ محبت شاہ دارثی پنجابی جو قدیم خرقہ پوش فقیر تھے بیان کرتے تھے کہ سیاحت عراق میں زیارت کے بعد حیفہ سے بیروت جا رہا تھا اور اکرام علی شاہ جو مولانا فضل الرحمن علیہ الرحمۃ کے دست گرفتہ تھے مگر سرکار نے ان کو سیاحت کا حکم دیا تھا۔ بغداد سے میرت ہمسفر تھے۔ ہم دونوں راستہ بھول کر ایسے مقام سے گزرے جہاں ایک قدیم مسجد تھی۔ جس کا قطبی گوشہ افسادہ تھا اور صحن مسجد میں ایک حوض شفاف پانی سے لبریز تھا۔ ہم دونوں اس کے کنارے آرام لینے کے لئے بیٹھ گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد میں استنجے کی ضرورت سے باہر گیا۔ ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ مسجد کے اسی گوشہ سے نہایت خوشگوار خوشبو آئی۔ میں نے اکرام شاہ سے یہ عجیب و غریب واقعہ بیان کیا اور کہا کہ چلو دریافت کریں کہ یہ کیا سبب ہے۔ چنانچہ قریب جا کر دیکھا کہ شکستہ گوشہ میں ایک غار بصورت تہ خانہ ہے اور یہ خوشبو اسی میں سے آرہی تھی۔ جب غار کے اندر گئے تو دیکھا کہ ایک سن رسیدہ بزرگ بیٹھے ہیں اور دفعتاً مجھ کو یہ بھی نظر آیا کہ حضور دارثی عالم نواز بھی تشریف فرما ہیں اس خیال سے مجھ کو کچھ محویت ہو گئی تھی پھر بھی سلام کیا اور اشارہ پا کر بیٹھ گیا برسر گفتگو موصوف نے قبلہ عالم کی خیریت مزاج پوچھی۔ اکرام شاہ نے ممدوح سے دریافت کیا کہ آنجناب سے سرکار کی کب سے واقفیت ہے تو ممدوح نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا کہ پیشوائے برحق کی عمر چودہ سال کی تھی جب گنکار حلقہ غلامی میں داخل

ہوا تھا اور پھر دورانِ سفر میں شاہجہا پور سے یہاں تک ہر کاب آیا تھا تو سرکار نے فرمایا کہ تم
یہیں بیٹھو ہم آئیں گے۔ میں اسی وقت سے اس غار میں منتظر بیٹھا ہوں۔

بعض ارادت مندوں کو اپنی بیماری کا علاج بلکہ تکلیف کا اظہار بھی منع تھا۔ چنانچہ
ایک مرتبہ قبلہ عالم حاجی محمد اسماعیل صاحب و آرتھی رئیس بلچی ضلع پٹنہ کے مکان پر مقیم تھے کہ
ایک معمر شخص مگر وجہ یہ صورت فقیرانہ لباس میں جو بظاہر ہندو اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتے
تھے حاضر خدمت ہوئے جن کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن ان کا انداز حاضری کہتا تھا
کہ ضرور دربار و آرتھی کے حلقہ بگوش ہیں۔ حضور نے بحال عنایت فرمایا کہ "کنور جی کہاں سے
آتے ہو" انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ان دانا ام سر سے آ رہا ہوں۔ حضور نے شیخ محمد
اسماعیل سے فرمایا کہ "ان کو ٹھہراؤ اور کھانے کا انتظام کر دو" شب کو معلوم ہوا کہ کنور جی بیمار
ہو گئے۔ حکیم محمد یعقوب بیگ و آرتھی جو حضور کے ہمراہ تھے فوراً گئے اور نبض دیکھ کر حال
دریافت کیا مگر کنور جی نے نہایت اطمینان سے کہا کہ گرد کی دیا سے اچھا ہوں لیکن آثار و
قرائن سے صاف ظاہر تھا کہ انتہائی تکلیف ہے کیونکہ بار بار چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا
حکیم صاحب نے دوا کھلانا چاہی مگر انہوں نے دوا کھانے سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ
حکیم صاحب مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیجئے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہے البتہ گرد کی کریا دیکھ
ہے۔ صبح کو حکیم صاحب نے سرکار سے تذکرہ کیا تو سرکار نے فرمایا کہ "یعقوب وہ کبھی اپنی
تکلیف بیان نہ کریں گے اور نہ کوئی دوا کھائیں گے۔ یہ راجہ کے بیٹے ہیں جب ہم پنجاب
گئے اس وقت سے گھر بار چھوڑ کر فقیر ہو گئے یہ بغیر ضرورت بستی میں نہیں جاتے اور رنج و
راحت یکساں سمجھتے ہیں" اور دوسرے روز سرکار والا جاہ نے اپنا مستعمل لباس مرحمت
فرما کر رخصت کیا۔

مجاہدات اہم تر۔ خلافت فطرت انسانی۔ جس کی نظیر دنیا نہیں پیش کر سکتی جو بظاہر اہم محال نظر آتے ہیں مگر اس وارث ارث مصطفوی کی ادنیٰ توجہ اور اشارہ نے ان کو آسان تر بنا دیا۔ جیسا کہ بدنام شاہ دارائی متوطن موضع کھیولی ضلع بارہ بنکی کا واقعہ ہے کہ مونسوت خادم خاص کے عہدہ پر مامور تھے لیکن گوشہ نشینی کا حکم ہوا تو قبلہ عالم نے ان سے یہ وعدہ فرمایا کہ ”جب ہم دیوہ شریف آئیں گے تو تم سے ضرور ملیں گے۔ مگر کوئی کیسی ہی ضرورت ہو تم دروازہ نہ کھولنا جب ہم آئیں اس روز دروازہ کھولنا جو سامان ہم پہنچ جاتا وہ آپ کی دعوت میں بھی صرف کتے اور جس قدر باقی رہا اسی میں اس وقت تک بسر و وقت کی تا وقتیکہ چار ماہ کے بعد سرکار دوبارہ نہ تشریف لائے اکثر یہ ہوا ہے کہ سامان کم بچا تو اس فانی نے مٹی کھا کر دن گزار دے اور سولہ سال اس مجاہدہ میں گزار کر کامیاب باہن بخت تسلیم ہوا۔

بعض تمام سرخاموش رہے ایک مرتبہ سفر حجاز میں ایک برسے مولوی صاحب سے ملاقات ہو گئی جو اپنی قابلیت کے جوش میں اکثر علماء متقدمین پر اعتراض کرتے پتھے کہ فلاں عالم ضعیف الرائے تھا جس نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔ اور فلاں عالم کا حق درست نہ تھا جس سے اس فتوے میں لغزش ہوئی اتفاق سے ایک روز مولوی صاحب نے دوران گفتگو میں یہ کہا کہ الحمد للہ میں برسے ہونے کی وجہ سے کسی کی غیبت نہیں سنتا۔ سرکار نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ کسی کی غیبت سنتے نہیں اسی طرح کسی کی غیبت کیا بھی نہ کیجئے اور خاموش رہا کیجئے اور بجائے باتیں کرنے کے درود شریف پڑھا کیجئے“ یہ سن کر مولوی صاحب کیفیت ہو گئے اور اسی وقت سے اس طرح چپ ہوئے کہ کسی کو ضرورت کے واسطے اشارہ بھی نہ کرتے

اور تمام عمر اسی طرح گزار دی۔

اسی طرح لکھنؤ میں ایک احرام پوش فقیر سرکار کے حکم سے خاموش رہتے تھے اور ۱۸۵۷ء کے غدر میں ان کو مخبر سمجھ کر باغیوں نے پکڑ لیا جو بات دریافت کی گئی اس کا جواب نہ دیا حتیٰ کہ سنگین کی نوک سے زخمی کیا۔ مگر انہوں نے جان دے دی۔ مگر پیشوا سے برحق نے جو مہر خاموشی لگا دی تھی اس کو نہ توڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبر زیارت گاہ خاص و عام ہو گئی۔

ایک مرتبہ قبلہ عالم نے علی گڑھ کے قیام میں ایک عمر شخص کو جو نواح دہلی کے باشندے تھے اور صاحبِ کیف بزرگ تھے لباس فقر عنایت فرمایا اور ذکر اللہ شاہ کا خطاب دیا اور ارشاد فرمایا کہ کسی سے بات نہ کرو اور نہ کسی کی بات سنو اور ہمیشہ شمارِ انفاس میں مشغول رہو اسی وقت سے وہ چپ شاہ ہو گئے۔

اکثر کو خاموشی کا حکم ایسے پر اسرار الفاظ میں صادر ہوا کہ جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل عاجز ہے۔ جیسے عبدالرزاق شاہ دار ثی جو موضع کھیولی ضلع بارہ بنکی کے رئیس تھے مگر ان کا قیام اکثر بارہ ضلع پٹنہ میں زیادہ تھا ان کو سرکار عالم پناہ نے خاموشی کا حکم دیا موصوف ضرورت کے وقت لکھ کر اشارہ سے کام لیتے تھے مگر ان کی یہ مجبوری دیکھ کر احباب کو انتہائی افسوس ہوتا تھا کچھ عرصہ کے بعد جب قبلہ عالم پھر بانگی پور تشریف لائے تو وہاں کے مخصوص لوگوں نے متفق ہو کر عبدالرزاق شاہ کی تکلیف کا اظہار کیا اور ملتجی ہوئے کہ صرف ضرورت کے وقت بات چیت کرنے کی اجازت دے دی جائے سرکار نے تھوڑے تامل کے بعد عبدالرزاق شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "کیا تم کو تکلیف ہوتی ہے؟" موصوف نے سر جھکا لیا یہ دیکھ کر حضور والا نے فرمایا کہ "عبدالرزاق

اب تھارا بولنا وضع داری کے خلاف ہے بلکہ اشارہ بھی نہ کیا کرو اور لکھنا بھی چھوڑ دو۔
 ادھر تو یہ حکم سن کر عبدالرزاق شاہ ساکت ہو گئے ادھر شان محبوبیت کے خوش میں
 سرکار نے فرمایا کہ عبدالرزاق شاہ اس تھوڑی سی زندگی کو یوں ہی کاٹا دو صداری
 اسی میں ہے کہ اب مرتے وقت بھی کوئی کلمہ نہ نکلے اور قبر میں نکیر میں سوال کریں تو ان
 کو بھی جواب نہ دینا بلکہ حشر میں خدا کے سامنے بھی خاموش رہنا۔ حضور والا کا یہ حکم کچھ
 ایسی ادا اور ایسے انداز سے صادر ہوا کہ حاضرین پر عظمت و جلالت کا ایک رعب طاری
 ہو گیا اور سب ساکت و سرنگوں ہو گئے اور فرمان سرکار کے بموجب تھوڑی سی زندگی تھوڑے
 دنوں میں اپنی اچھ ماہ میں کٹ گئی

اسی طرح مستقیم شاہ و آرتھی کو یہ قطعی حکم دیا گیا کہ موجودات میں کسی چیز کو نہ دیکھو
 گو یہ مجاہدہ اس قدر سخت ہے کہ فطری طور پر انسان کے لئے غیر ممکن معلوم ہوتا ہے
 مگر یہ حضور والا کے تصرفات باطنی کی خصوصی شان تھی کہ اس صاحب بصیرت نے
 بہتر سال تک آنکھ نہ کھولی۔ پہلے اجمیر شریف کے مشہور پہاڑ مدار ٹیکر پر چالیس سال قیام
 کیا بعد اثنینیس سال مدار و روازہ کے قریب زندگی بسر کی اور ایک سو دس سال کی عمر ختم
 کر کے ۱۳۲۵ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کثے اسی صاحب قدرت کے ہیں جو ایسے مجاہدات کی
 تکمیل کرا دیتا ہے۔ وَمَا رَهَبِيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَاهِيٌّ

اسی طرح گلاب شاہ و آرتھی ساکن آگرہ کٹرہ مداری تھاں کو یہ حکم ملا کہ کسی وقت
 آنکھیں نہ بند کر و شب و روز ایک نشست سے بیٹھے رہو اور ہمیشہ بیدار رہو اور جو کچھ
 خدا دکھائے دیکھو اور من کان فی ہذا اعمیٰ نہ ہونی الاخرة اعمیٰ کے مصداق نہ

نہو، چنانچہ چوالیس سال تک وہ سرکار وراثت عالم نواز کا سچا فرماں بردار ایک پتھر کا تیکہ لگائے آنکھ کھولے اسی طرح بیٹھا رہا کہ گویا مجسمہ حیرت ہو گیا جس کی بنیاد مجموعی سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ حق شناس حضرت احدیت کی قدرت کاملہ کا پختہ ثبوت و غریب تماشہ دیکھ رہا ہے اور اسی حالت میں بالآخر وہ جاں نثار وارثی قید بستی سے آزاد ہو کر جو ارشادِ نبویؐ کی سیر میں مصروف ہوا، یہ مجاہد و اپنی نوعیت میں ایسا ذریعہ کہ جس کی مثال نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ مشکل اور عجیب مجاہد و خدا بخش شاہِ ولیؐ کا ہے کہ جن کو وراثت عالم نواز نے موضع پینڈ ضلع بارہ بنگی میں بستی کے باہر حیدر شاہ لٹ گوشہ نشینی کا حکم دیا تھا جن میں سے بعض احکام یہ تھے کہ ادل تو بہت تنگ جگہ محدود فرما کر ارشاد ہوا کہ "اس کے باہر قدم نہ رکھنا" دویم مکان کی رغبت نہ کرنا درخت کے نیچے زندگی بسر کرو سوم یہ شرط بہت دشوار تھی کہ حیوانات کے ساتھ ترک نباتات بھی لازم تھا اور نمک کا استعمال بھی منع تھا۔ سات برس تک اس فرمان بردار نے اس فرمان کی تعمیل کی اور اس طرح کہ جب زیادہ بھوک معلوم ہوتی تو پانی میں راکھ گھول کر پی لیتے مگر بعدہ شفقتِ وراثت نے یہ کرم دکھایا کہ بغیر کسی تحریک کے ایک روز ارشاد فرمایا کہ "اس مقام میں جو نباتات خورد ہوں یا لال دانہ بلا طلب کوئی مے جائے تو بلا نمک کھالیا کرو" چنانچہ چھتیس سال تک ان کی خوراک اس جگہ کی گھاس رہی جس کو جو شس دسے کر پی لیا کرتے تھے۔ یا کبھی اگر لال دانہ اس جنگل میں دیکھا تو کھالیا کرتے تھے۔

گر غور کیا جائے تو یہ ایسے ناقابل برداشت مجاہدے ہیں جو قوت بشری سے باہر اور قدرت انسانی کے صریح خلاف ہیں مگر چونکہ کرانے والا قدرت رکھتا تھا اس لئے سب

کچھ ہو سکتا تھا اور ہو سکتا ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اس وارث عالم نواز نے دنیا کو یہ تصدیق کرا دی کہ وہ وارث حقیقی اپنی تمامی مخلوق پر یکساں نوازش رکھتا ہے چنانچہ اس وارثِ اربابِ مصطفوی و مرتضوی کے فیض سے بھی ہر مذہب و ملت کے افراد یکساں و برابر فیض پاتے رہے۔ اور پارہے ہیں۔ چنانچہ ہندو کبھی ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اسی طرح مستفیض ہوئے جس طرح مسلمان، بہار کے صوبہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ پنڈت جتراج تھامسے بیدانتی و شاستری نے وجود رکھنگہ کے رئیس اور اپنی قوم کے سردار تھے، حکیم یعقوب بیگ صاحب خیر آبادی کی زبان سے سرکار کا نام نامی سنا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ مشتاقِ زیارت ہو گئے۔ جب جناب قبلہ عالم کچھ روز کے بعد بانگی پور تشریف لائے اور خان بہادر سید فضل امام صاحب کے مہمان ہوئے تو پنڈت جتراج بھی سرح برادر زادہ جا کر حاضر ہوئے اور زبان سنسکرت میں دو اشلوک پڑھ کر سنائے جس میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر تھا سرکار والا جاہ نے فرمایا کہ ”پنڈت جی اس زبانی اقرار سے سنا ہے تصدیق بالانقلاب کی ضرورت ہے جس سے بغیر یہ سب بے نمک کا کھنڈ ہے اور بے سر کی تصویر ہے، تم نے بھگوت گیتا میں پڑھا ہو گا کہ کرشن جی نے ارجن کو سمجھایا تھا کہ انسان کے دل سے دبدب کا بدنا داغ اس وقت تک نہیں مٹتا جب تک پریم کی لاگ سے برعم دبیاں منسل نہ ہو جائے“ پنڈت جی نے عرض کیا کہ مہاتما جی کالے کالے حروف تو کتابوں میں پڑھے ہیں مگر گوشائیں ہمارا ج تصدیق کا گر تو گردا پھر ہے جس کا اب محتاج ہوں اور اسی واسطے آپ کے چرنوں میں سیس نوا یا ہے۔ آپ جگت گرو ہیں اور ان داتا ہیں اس بھکاری کو بھی آپ کے در سے نکرہ امل جائے۔ سرکار قبلہ عالم کچھ محبت کی تعریف، محبت کی زبان میں فرما کر پنڈت جی سے

فرمایا کہ اچھا پنڈت جی جاؤ پھر ملاقات ہوگی " پنڈت جی نے حکم کی تعمیل کی اور قدمبوس ہو کر کھڑے تو ہو گئے مگر ایسی حالت طاری ہوئی کہ میٹھنا ہو گئے اور اپنی پگڑی اوتار کر پھینک دی اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر نہایت پردرد لہجہ میں چیخنے لگے " جسے کنھیالال کی " اور بے ہوش ہو کر گر پڑے لوگ اٹھا کر دوسرے کمرہ میں لے گئے جب افاقہ ہوا تو پہلا جملہ زبان سے بے ساختگی میں یہ نکلا کہ میں بڑی بھول میں تھا آج معلوم ہوا کہ وہ نرنکار ہر گھٹا میں براج رہا ہے۔ اور اپنے زالے روپ کا درشن دے رہا ہے۔ اسی روز پنڈت جی حنتہ غلامی میں داخل ہوئے اور وارثی ہو گئے اور حسب الحکم ایک شغل خاص میں ہمہ وقت محو اور رات کے آخری حصہ میں ہمیشہ بیدار رہتے تھے اور نہ معلوم کیا کیا دیکھتے تھے، علی ہذا بابوتلک نرائن وکیل وارثی رئیس نواح مظفر پور جو آبائی مذہب پر پورا عبور رکھتے تھے اور اکثر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے ان کے سامنے ایک ہندو داخل سلسلہ ہوا اور قبلہ عالم نے اس کو حکم دیا کہ " ہر وقت اللہ اللہ کیا کرو " اور یہ بھی بتا کیدار شاد ہوا کہ " جھٹکے کا گوشت نہ کھانا اور خدا کی وحدانیت کا پورا یقین رکھو اور برہم پچانو " جب وہ چلا گیا تو بابوتلک نرائن صاحب نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یہ غلام جب سے غلامی میں داخل ہوا ہے تو حسب الحکم جھٹکے کے گوشت سے قطعی احتراز ہے اور خدا کی وحدانیت کا پورا یقین ہے مگر افسوس مجھ بد نصیب کو اس کا شعور نہیں کہ برہم کیونکر پہچانتے ہیں، جو طریقے ہماری جوگ کی کتابوں میں درج ہیں مجھ کو ان سے دلچسپی نہیں ہے کیونکہ میں تو صرف حضور کا تابع ہوں، سرکار والا جاہ نے فرمایا کہ " جو ذکر تم کرتے ہو وہی تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر برہم پچانو گے تو پھر زمینداری کا کام اور اہل و عیال کی نگرانی کیسے کرو گے " موصوف نے دست بستہ عرض کیا کہ آج سے زمینداری کا خیال بھی نہ کروں گا بلکہ

اقرار کرتا ہوں کہ اب یہ راست کا پانی پینا بھی حرام ہے سرکار نے فرمایا کہ "محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک صورت کو پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہے گی وہی مرتے وقت "وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ رہے گی المصداق "المربوع من احب"۔ تلک نرائن صاحب نے عرض کی کہ اس پرورش کے ساتھ توفیق بھی عنایت ہو تو سب کچھ ہے ورنہ میری کوشش سے کچھ نہیں ہو سکتا ابو تلک نرائن کا یہ عجز حضور کو بہت پسند آیا اور مسکرا کر سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ "محبت میں تکلیف نہیں ہے" اس وقت سے ابو تلک نرائن جملہ تعلقات دنیاوی سے دست بردار ہو گئے اور ایک باغ میں جو بطور همان سرایے تھا رہنا اختیار کیا اور حضور کے تصرف سے ہمہ وقت خود فراموش رہے بجز ایک صورت کے دنیا فراموش ہو گئی تھی اکثر پکارنے سے بھی متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کبھی شب ہیں یہ کیفیت ہوتی تھی کہ باغ کے درختوں سے بھل گیر ہو کر روتے تھے اور بے آواز بلند کہتے تھے کہ ع

ہر سخطہ بشکل دگراں یار برآمد

اسی طرح سیاحت کرنال میں جب سرکار عالم پتہ حافظ عبدالقیوم صاحب وارثی کے همان تھے تو حافظ صاحب کی سفارش سے آپ نے رام سرودپ امرتسری تاجر شہینہ کو داخل سلسلہ فرمایا اور دائمی اللہ کے ذکر کا حکم دیا اور ارشاد ہوا کہ "برہم پہچانو" کچھ عرصہ بعد دیوبند شریف حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کے لباس میں صرف عربی وضع کا ایک کرتہ تھا دوسرے روز رخصت کے واسطے حکم ہوا کہ تم بغداد جاؤ اور منصور طاج کے ڈھیر پر جھاڑو دیا کرو۔

اور اسی طرح دیوبند شریف سرپو استوا کی جب ہردوئی میں بیعت لی تو یہ حکم ہوا

کہ "پتھر پوجو گے تو پتھر ہی دکھائی دے گا اور برہم پچاؤ گے تو انوار الہی دیکھو گے" ایام میلہ میں حاضری پر ضلعت فقر عنایت ہو اور برہم شاہ خطاب ملا۔

علی ہذا یہودی بھی حضور کے فیض سے محروم نہیں رہے سینکڑوں یہودی بھی حلقہ غلامی میں داخل ہیں۔ چنانچہ فیضو شاہ وارثی خادم خاص بارگاہ وارثی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم لکھنؤ میں قیام پذیر تھے کہ گھوڑا گاڑی پر ایک مرد اور ایک عورت انگریزی لباس میں مٹھائی لئے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ حاجی بابا سے عرض کرو کہ ہم در اس سے عرف مرید ہونے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے جا کر کہا اور عرض کیا کہ میم صاحبہ اور ایک انگریز آیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ "ہلا لو" دونوں قدموں میں ہوئے اور میم صاحبہ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ ہم گنہگاروں کو اپنی غلامی میں قبول فرمائے۔ حضور نے ان کو مرید کیا اور فرمایا کہ اس کا زبان سے اقرار کرو اور دل سے تصدیق کرو کہ جس طرح موسیٰ کلیم اللہ خدا کے کلیم تھے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے حبیب ہیں اور جو چیزیں قرآن میں حرام اور ممنوع ہیں ان سے پرہیز کرنا اور جو فرض ہیں بجالانا اور جھوٹ نہ بولنا "پھر ایک تہ بند دے کر رخصت کیا اور مجھ سے فرمایا کہ فیضو شاہ تم انگریز سمجھتے تھے یہ یہودی ہیں۔

اسی طرح التفات احمد صاحب وکیل نے راجہ دوست محمد صاحب وارثی تعلقہ دار موہنہ ضلع سلطان پور سے بتلایا کہ ایک مرتبہ بمبئی میں بنجیال تفریح میں دس بارہ روز ایک ہوٹل میں مقیم رہا اس دوران میں خرابی جگر کی وجہ سے مجھ کو تپ آگئی تو علاج کے لئے وہاں کے مشہور ڈاکٹر مسٹر ہارن کو بلایا گیا، ڈاکٹر صاحب جو صورٹا پوریشین معلوم ہوتے تھے مگر جب انہوں نے "یا دارث" کہہ کر نبض دیکھی تو مجھ کو بہت حیرت ہوئی۔

جب ہنس نہ لکھ چکے تو میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے نبض دیکھتے وقت یا وارث
 کیوں کہا، تو موصوف نے جواب دیا کہ یہ میرے مرشد کا نام ہے جو دشواری کے
 وقت لیا کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ عیسائی کو پیری مریدی سے کیا مطلب، تب انہوں
 نے مسکرا کر کہا کہ میں عیسائی نہیں ہوں میرا آبائی مذہب یہودی ہے مگر اب تو صرف
 وارثی ہوں، میں نے کہا آپ کا نام تو انگریزی ہے تو انہوں نے بتلایا کہ اصل میں
 میرا نام ہارمن ہے، لیکن جب میں ولایت میں پڑھتا تھا تو میرے کلاس فیلو میری
 آواز موٹی ہونے کی وجہ سے مجھ کو "ہارن" کہنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہو گیا
 پھر میں نے کہا یہ تو بتلائیے کہ آپ مرید کب ہوئے۔ تب انہوں نے بتلایا کہ
 میں ۱۸۸۶ء میں اجیر شریف کے جنرل اسپتال میں انچارج تھا وہاں کے عرس
 میں نے حاجی صاحب کو پایا تھا۔ پہلے میں مرید ہوا پھر میری بہن اور بی بی بچے
 مرید ہوئے اور ۱۸۹۱ء میں سب کو لے کر دیوبند شریف گیا تھا اس وقت یہ حکم ملا
 تھا کہ "نوکری چھوڑ دو اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچاؤ خدا رزاق ہے تمہارا حصہ تم کو
 ضرور ملے گا جب سے یہاں رہتا ہوں اور صبح و شام مریضوں کو مفت دوا تقسیم کرتا ہوں
 اور بڑے آرام سے ہوں نوکری سے بہت زیادہ آمدنی ہے۔ غرض کہ اس قسم کی
 صد ہا روایتیں منقول ہیں چنانچہ
 ایک مرتبہ حضور والا جاہ آگرہ میں حافظ گلاب شاہ وارثی کے مہمان تھے کہ
 خادم نے آکر عرض کیا کہ ایک سن رسیدہ عرب زیارت کے مشتاق ہیں آپ
 نے فرمایا کہ "بلالو" جب وہ عرب صورت و ضرہ ہوئے تو پر جوش لہجہ میں "یا وارثی یا
 مولانی" کہہ کر قدم بوس ہوئے، حضور نے فرمایا "این بلدک" "تمہارا شہر کونسا

ہے، انہوں نے دست بستہ عرض کیا " اَنَا مِنْ قُوْتِ الْعَمَارَةِ لِلْبِلَادِ وَ
 الْبِعْدَادِ شَرَّفَهَا اللَّهُ تَعَالَى " (میں قوت عمارہ کا باشندہ ہوں جو حوالی بغداد
 میں ہے، ارشاد ہوا کہ مَا اسْمُكَ " (تمہارا نام کیا ہے) عرض کیا "یوسف ابن سمون
 المزور" سرکار والا جاہ نے مسکرا کر سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ كَيْفَ امْلِكُ (تمہاری ماں کیسی
 ہیں) آبدیدہ ہو کر جواب دیا کہ "مَا تَت" (انکا انتقال ہو گیا) اور یہ بھی کہا کہ یہ سفر والدہ کے
 حکم سے کیا ہے کیونکہ مرحومہ نے یہ وصیت کی تھی کہ بغیر کسی دوسرے خیال کے صرف
 مرشد برحق کی قدمبوسی کی نیت سے ہندوستان جانا اور میری طرف سے عرض کر دینا
 کہ آپ کی مشتاق زیارت مرگئی۔ پھر آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ
 ہمارے پرانے یار ہیں جب ہم قوت کی سیر کو گئے تھے تو انہیں کے مکان میں ٹھہرے
 تھے اس وقت ان کی عمر کم تھی مگر ان کے باپ جو یہودیوں کے سرزدار اور حضرت عزیر
 علی نبینا علیہ السلام کے مزار اقدس کے کلید بردار تھے انہوں نے ہماری بڑی خاطر
 کی تھی اور اپنے ساتھ اپنے خاندان کے مرد اور عورتوں کو مرید کرایا تھا، اور خود دنیا پر لات
 مار کر فقیر ہو گئے تھے۔

اسی طرح پارسی بھی قبلہ عالم کے دست گرفتہ تھے مگر ہندوستان میں چونکہ ان کی
 آبادی محدود ہے اس لئے اسی نسبت تعدادی کے لحاظ سے بیشتر پارسی بھی حلقہ یگوش
 ہوئے چنانچہ مولانا ہدایت اللہ صاحب دارالحدیث دارسی جو مشہور ادیب، محدث اور ماہر
 ہفت زبان تھے اور جن کی قابلیت کا تمام ارباب با علم و فضل نے اعتراف کیا تھا وہ
 بلحاظ مذہب آبائی آتش پرست تھے اور چونکہ اپنے مذہب کے عالم تھے اس لئے پارسی
 اپنا مقتدا سمجھتے تھے۔

علی ہذا ڈاکٹر دوسرا بنائی جن کا بمبئی کے مشہور ڈاکٹروں میں شمار تھا ان کا بھی عجیب واقعہ ہے کہ موصوف ایک روز مع اپنی بہن کے دیوہ شریفنا حاضر ہوئے اور قدم بوسی کے بعد نہایت بے قراری حالت میں آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ ہم گنہگار ہرگز اس لائق نہ تھے کہ آپ کے مقدس دربار میں حاضری دیتے مگر آپ خوب واقف ہیں کہ ہم لوگ کیونیکو آئے اور کس نے ہم کو یہاں پہنچایا اب استدعا یہ ہے کہ ازراہ کرم اپنی غلامی میں قبول فرمائیجئے، حضور قبلہ عالم نے دونوں کو استغفار پڑھا کر داخل سلسلہ فرمایا اور متبدل ہونے سے ارشاد فرمایا کہ "آتش پرستی کر چکے اب تمام عمر محبت کی آگ کا سامتا ہے جو غیر اللہ کے تعلق کو جلا دیتی ہے۔ دوسرے روز دونوں قدم بوسی کو حاضر ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے کہاں ادب عرض کیا کہ ہم کو کوئی ہدایت فرمائی جائے تو سرکار والا جاہ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "محبت کا تقاضا یہ ہے کہ دل ہر وقت یاد محبوب میں مصروف رہے اور ہاتھوں سے دنیا کا کام اس طرح کر دو کہ دل کو ہاتھوں سے سروکار نہ ہونہ ہاتھوں کو دل سے تعلق رہے اور اس کی تصدیق ہو کہ خدا ہر ایک تشبیہ و تمثیل سے میرا واحد اور قدیم ہے۔ جاؤ خلق اللہ کو فائدہ پہنچاؤ" ڈاکٹر صاحب کی بہن نے عرض کیا کہ میرے پیارے رہنا میرے لئے کیا ارشاد ہے حکم ہوا کہ "بجز خدا کے کسی کو معبود نہ جانو اور تم ہر مہینہ کے وسط میں تین روز سے رکھا کرو اور جس کو بھوکا دیکھو اس کو کھانا کھلاؤ اور جو پیاسا ہو اس کو پانی پلاؤ" یہ فرما کر رخصت کیا، موصوف سے اکثر لوگوں نے یہاں آنے کا سبب پوچھا مگر انہوں نے نہ بتایا اور اس راز کو راز ہی رکھا، عہد نامہ اتنا کہا کہ ہم لوگوں کی قسمت اچھی تھی جو نار سے گلزار میں آئے۔

اسی طرح عیساؑ کی بھی حضور کی غلامی میں کثرت سے داخل ہونے بیشتر توحید

حضرت احمدیت علی جلالہ کا بکمال صدق اقرار کر کے نعل حمایت میں پناہ گرین ہوئے اور اکثر بقدر استعداد محبت الہی کے جوش میں تاحیات خاموشی کے ساتھ اور بعض ہمہ تن مدہوش رہے۔

چنانچہ رومی شاہ وارثی جن کا آبائی مذہب عیسائی تھا اور نواح ترکستان کے باشندے تھے اور زیادہ تر زندگی کا حصہ ہندوستان میں گزارا اور چین کی سیاحت میں مانڈے میں انتقال فرمایا۔

اسی طرح ولایتی شاہ وارثی جرمنی جو ہندوستان میں بغرض تجارت آئے تھے لیکن عنایت ایزدی سے داخل سلسلہ ہو کر ایسا سودا کیا کہ دل تکسبیج ڈالا اور تارک الدنیا ہو گئے۔

علی ہذا عبد اللہ شاہ وارثی بھی عیسائی تھے جن کا نام حضور کے مشہور فرقہ پوشوں کی فہرست میں ہے وہ اسکیم حق کا ذکر ایسے شہود کے ساتھ کرتے تھے کہ سامعین کے قلب پر اثر ہوتا تھا۔ چوبیس گھنٹہ میں ایک مرتبہ دن کو ستو کھاتے تھے۔ ہر سال حضور کی قدمبوسی کے لئے آئے تھے۔ مدراس کے کسی دیہات میں گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور تقریباً ۱۳۸۵ھ میں وہیں وصال ہوا۔

اسی طرح بے شمار عیسائیوں نے بھی سرکار عالم پناہ کی ملقہ بگوشی کے طبع میں فیوض باطنی حاصل کئے اور دور آخر میں منجملہ ہزاروں ارادتمندوں کے ایک عیسائی کا واقعہ بہت مشہور ہے جو قریب قریب بیشتر کتب ہائے وارثیہ میں نقل ہوا ہے اور قبلہ وار شاہ عالم نواز کی بے نظیر یادگار ہے۔ وہ مختصراً یوں ہے کہ آخر دسمبر ۱۹۰۴ء میں ایک یورپین عیسائی جو نوجوان تھا وہ پیرس سے ایک مترجم کو ہمراہ لے کر دیوہ

شریف آیا اور حاضر خدمت ہو کر تائب ہوا اور اقرارِ سبیت کیا، اور بہ ہزار عجز و نیاز استدعا کی کہ آپ کے توسط سے اپنی زندگی میں اور انہیں آنکھوں سے حقیقت صفاتِ صمدیت سے آگاہی اور تجلی انوارِ احدیت کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔ قبلہ عالم نے بکمال شفقت اس کی تسکین اور تشفی فرمائی اور تبسم کے ساتھ اس طالبِ خدا کو سینہ سے لگا لیا اور بعض ایسے ہدایت آمیز کلمات بہ رموز و نکات ارشاد فرمائے جن کے اثرات روحانیہ سے وہ خوش نصیب جوشِ محبت سے مکیف اور فرطِ محبت سے آبدیدہ ہو گیا، بعد ازاں جب پھر شام کو بغرضِ تدمبوسی حاضر خدمت ہوا تو حضور نے مترجم سے فرمایا کہ ”ان کو سمجھا دو کہ ”محبتِ خدا کی قیمت روپیہ اور اشرفیوں سے نہیں ادا ہوتی۔ جو شخص اپنی عافیت چھوڑتا ہے اس کو خدا ملتا ہے اور اگر تصدیق ہو تو ہر شے میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے“ پھر دوسرے روز قبلہ عالم نے بعد ظہر اس کو بلا کر شیرینی اور نصف تہ بند مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ”جاؤ ایک صورت پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ رہے گی“ خادموں نے اس خدا شناس عیسائی کا مترجم سے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس خوش نصیب کا نام کونٹ گلزار ہے اور امرائے اسپین کے ایک ممتاز خاندان کا رکن ہے بڑے بڑے دولت مند کا بیٹا ہے علوم مذہبی اور دیگر فنون و علوم کا بے مثل ماہر ہے۔ مسٹر احتشام علی صاحب وارثی متوطن شہرام جو پیرسٹری کا امتحان دینے ولایت گئے تھے ان کی زبان سے سرکار والا جہاہ کا نام سن کر مشتاق زیارت ہوا اور بالآخر دیود شریفینا حاضر ہوا اور صرف ایک شب آستانہ وارثی پر قیام کر کے وہ دولت لے گیا جو برسوں کے مجاہدات سے حاصل نہیں ہوئی۔ موصوف کے انکشافِ صحیحہ و صفائے باطن کا اظہار اس خط سے بخوبی ہوتا ہے جو مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۵ء کے آخری حصہ میں مترجم کی معرفت جناب ادگھٹ شاہ صاحب وارثی کو لکھا ہے اور جس

میں عزہٴ صفر کے واقعات جو دیوہ شریف میں وقوع پذیر ہوئے وہ پیرس سے لکھ رہا ہے
 گویا وہ پیرس میں بیٹھا دیوہ شریف کے حالات دیکھ رہا ہے اور عزہٴ صفر میں سرکارِ عالم
 پناہ کے وصال کے واقعات حرف بحرف بیان کر رہا ہے۔ موصوف کے اس خط کا
 ترجمہ یہ ہے۔

میں آپ سے معاف کرتا ہوں کہ اپنے ولی کے حضور میں، میں نے ان کو دیکھا کہ
 وہ دوسرے عالم میں جا رہے ہیں اور موت کے قریب انہوں نے اپنے وعدہ اور میری
 خواہش کو پورا کر دیا اور مجھ کو اپنے قلب سے توام کیا۔

اس واقعہ اور کمالِ روحانیت پر نظر ڈالتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ یہ فیض ایسا
 ممتاز اور جلیل القدر فیض ہے جس کو اگر تمامی فیوض کا جامع کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔
 علاوہ انہیں موصوف کے اور بھی خطوط ایسے ہیں جن سے ان کی قلبی حالت کا پتہ چلتا ہے۔
 جو دیگر کتب ہائے وارثیہ میں زبانِ انگریزی میں مع ترجمہ شائع ہوئے ہیں۔

بہر صورت حضور قبلہٴ عالم کے عجیب و غریب اثراتِ نادرہ اور فیضانِ وارثی کے
 ان جلیل القدر برکات کا بخوبی اندازہ کرنا بالکل غیر ممکن ہے کہ جنہوں نے ہر مذہب و
 ملت کے طالبان کو عام طور پر عند اللہ ایسا مستفیض فرمایا کہ خاندانی گم کردہ راہوں کا
 خدا شناس بندوں میں شمار ہو گیا اور اس وقت بھی بے شمار بندگانِ خدا بلا تفریق
 مذہب و ملت فیضانِ وارثی سے مستفیض ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے
 اور یہ فیض عام اسی طرح جاری رہے گا۔

خرق عادت یا کرامات

حقیقتاً کرامات وہ عجیب واقعات کہلاتے ہیں جو اکثر اہل اللہ کے ذریعہ قدرت کی تصدیق کے لئے رونما ہوتے ہیں جن سے اہل دنیا کو اللہ اور اہل اللہ کی تصدیق ہو جاتی ہے مگر چونکہ حضور قبیلہ عالم کی ہر ادا ہر اشارہ ہر رفتار ہر گفتار ہر نشست ہر خاست غرض کہ سب کچھ کرامت ہی کرامت تھی اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ حضور قبیلہ عالم مجسمہ کرامت تھے اور کرامت آپ کے خرق عادت کا ہونی اجازت تھا۔

یعنی دالوں نے حضور دولت پاک کو ہر وقت سراپا کرامات پایا۔ ہر ادا اور حرکت سے عجیب و غریب کمالات کا اظہار ہوتا تھا جن کا نہ تو شمار کیا جاسکتا ہے نہ تحریر میں لایا جاسکتا ہے مگر ناظرین کی دلچسپی اور تصدیق کے لئے مختصر آئینہ مخصوص اور مشہور عام و مصدقہ واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضور قبیلہ عالم سیر و سیاحت فرماتے گئے مراد آباد رونق افروز ہوئے وہیں مولانا فضل الرحمن علیہ الرحمۃ جو عالم باعمل اور کالمین زمانہ میں فرد شمار کئے جاتے تھے موجود تھے حضور والا مولانا موصوفی کے جاسے قیام پر ملاقات کے لئے

تشریف لے گئے مولانا موصوف نے بعد ملاقات کمال غلوہ شریعت سے بخوف و
 خطر فرمایا اور دریافت کیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جو عمد نماز ترک
 کرے حالانکہ حدیث میں موجود ہے کہ "مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ سَعِدًا فَقَدْ كَفَرَ" ماسوا
 اس کے اور بہت سی حدیثیں پیش کیں حتیٰ کہ غایت اقصیٰ مذہبی میں تہذیب سے بلبر
 ہو گئے اور حضور کی شان میں ناشائستگی تک پہنچ گئے تو حضور ﷺ نے بکے کچے جواب
 دینے کے مولانا موصوف کا ہاتھ پکڑ لیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور دروازہ بند
 کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد جب دونوں بزرگ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ جو چلے آئے مگر
 مولانا موصوف کا عجیب عالم تھا زار زار نہ رہتے تھے اور نہ بان پر مہر خاموشی لگی تھی۔ تمام
 مریدین صورت حال سے سخت پریشان ہو گئے مگر کسی کو جرات استفسار حال کی نہ تھی۔
 کچھ دیر بعد جب مولانا موصوف کی طبیعت کو پرسکون دیکھا تو خصوصاً مریدین دریافت حال
 کے لئے بصرہ ہوئے۔ خدیوہ مولوی محمد عمر صاحب بلند شہری نے (جو مولانا موصوف کے
 ممتاز مریدوں میں تھے اور جنہوں نے اس واقعہ کو عظیم آواز کے قلعہ میں جناب نور اللہ شاہ
 صاحب خلیفہ سلیمان پٹنی رحمۃ اللہ علیہ و جناب شاہ فضل اللہ صاحب خلیفہ آخون صاحب
 سوات بمیری علیہ الرحمۃ کے روز بروز جبکہ مولوی شرف الدین صاحب بیرٹرو نیز سید
 عبداللہ شاہ واری موجود تھے بیان کیا تھا) باصرہ تمام عرض کیا کہ اسرار سے ہم ارادت
 مندوں کو کبھی مہالغ کیا جائے۔ تب مولانا موصوف نے بیان کیا کہ کیا کہوں جناب حاجی
 صاحب مجھے اپنے ساتھ خانہ کعبہ لے گئے اور وہاں اپنے ساتھ نماز پڑھائی اور میری
 منزل اور میری نیکی بانی کا اعمال نامہ دیکھایا۔ اس لئے خیر دار کوئی شخص حاجی صاحب
 کے خلاف شان پیر نہ ہے نہ نہ عاقبت بخیر نہ ہوگی۔ چونکہ یہ واقعہ مولوی ابوالنصر محمد عمر

ص
 نے جلسہ عام میں بیان کیا تھا اس لئے حاضرین کیف ہو گئے
 اور جناب نور اللہ شاہ صاحب تو لحن میں گاتے لگے۔ وارث علی وارث علی۔
 کھول دے دل کی کلی۔ وارث علی وارث علی۔

نقل ہے۔ دوسری مرتبہ جو مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے
 مولوی صاحب بھی مولانا موصوف کے ہمراہ تھے۔ ان دونوں مولانا صاحبان پر
 کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ نماز مغرب قضا ہو گئی۔ جب مولانا کو خیال آیا
 تو حضور قبلہ عالم نے ہنس کر فرمایا کہ "اس کا گناہ میرے ذمہ۔ قضا پڑھ لیجئے گا۔"
 نقل ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم کو پیادہ روی میں معہ خادمان دریائے
 گھاگھرا کے پار اترنا تھا۔ عرصہ تک کنارہ پر کشتی کا انتظار کرنا پڑا۔ میر بھردار و غم
 غلام حسین غیر حاضر تھے اس لئے ملاحوں نے کشتی لانے میں تساہلی کی۔ کہ یکایک حضور
 نے فرمایا کہ آؤ اس گھاٹ سے اتر چلیں جہاں آب ہے، کسی کو مجال تکرار نہ تھی
 اور حضور بلا تکلف اس دریائے ذخار میں اتر گئے اور نہایت آسانی سے پار ہو گئے
 اور پانی قریب زانو سے زائد نہ ہوا۔

نقل ہے کہ بمقام گدیہ میں ایک شخص کا لڑکا مر گیا تھا ناگہاں حضور والا اسی
 کے مکان کی طرف سے گزرے لڑکے کی عقیدت آگیاں ماں نے اس بچہ کو جو مردہ
 تھا لے جا کر قدموں پر ڈال دیا اور ناری کرنے لگی حضور نے متاثر ہو کر فرمایا کہ
 "کیوں روتی ہے یہ تو زندہ ہے یہ تو زندہ ہے" اتنے میں لڑکا رونے لگا ماں و
 باپ دونوں نہال ہو گئے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضور بمقام ردولی شریف کسی زنا خانہ میں قیام پذیر

تھے کہ یکایک دیکھا کہ مکان میں چوٹیاں نکلنا شروع ہوئیں اور یہاں تک نکلیں اور کثرت ہوئیں کہ تمام چھت۔ فرش اور دیواریں غرض کہ ہر جگہ چوٹیاں ہی چوٹیاں نظر آتی تھیں۔ غور میں یہ حال دیکھ کر گھبرا گئیں اور رو کر عرض کرنے لگیں کہ میاں چوٹیوں سے پناہ نہیں۔ قبائے عالم مسکراتے ہوئے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "کہاں ہیں کہاں ہیں" ابھی یہ جملہ نا تمام تھا کہ تمام چوٹیاں غائب تھیں۔ بعد اُس کے ایک قسم کے پرند جس کو شیا آکھتے ہیں آنا شروع ہو گئیں اور ہزاروں کی تعداد میں آ کر حضور کے بدن مبارک پر گرنے لگیں اور حد سے زیادہ چہکنے لگیں کہ تماشا معلوم ہوتا تھا۔ کسی نے کہہ دیا حضور یہ کیا کھیل ہے۔ بس ایک چڑیا نہ تھی۔ اور حضور نے ہنس کر ٹال دیا۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے بہت سے لال پلے تھے، کمال شوق کی وجہ سے پتھر میں ایسی معقول مقدار میں بنا رکھی تھی کہ جب دوسرے لال آئیں تو پتھر سے نہ نکل سکیں۔ حضور قبضہ عالم دوپہر کو اُس طرف پہنچ گئے جہاں وہ لالوں کا پتھر بٹکا تھا۔ حضور نے بغور لالوں کا ملاحظہ فرمایا اور پتھر کو نیچے اوتار کر سب کو پانی پلایا۔ صاحب خانہ (جو حضور کا ارادت مند تھا بلکہ حضور اسی کے گھر میں قیام پذیر تھے) دور سے کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ حضور نے دفعتاً پتھر کی تیلی کھول دی اور وہ سب لال جو قریب ڈیرھ سو کے تھے پتھر سے اڑ گئے۔ صاحب خانہ نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضور نے یہ کیا کیا، میری ساری محنت برباد گئی تو حضور نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تم کو افسوس ہے تو لال ابھی دور نہ گئے ہوں گے چاہو تو پکڑ لو" صاحب خانہ نے عرض کی کہ حضور اب وہ کہاں ہاتھ آتے ہیں، یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ "تم نے کیا کہا"، یہ جملہ ابھی نا تمام تھا کہ وہ سب

لاں آکر موجود ہو گئے اور حضور کے جسم مبارک سے لپٹ گئے۔ حضور بار بار فرماتے تھے کہ "لو اب پکڑ لو" صاحب خانہ کیفٹ ہو گئے اور عرض کی کہ جب حضور ہی نے ان کو آزاد کر دیا تو پھر میں کیوں قید کروں۔

نقل ہے کہ ایک مرید کمال شوق زیارت میں حاضر فی کے لئے روانہ ہو جانے کے باعث راستہ بھول گیا۔ اور ایک دریا کے کنارے پر پہنچا۔ اندھیری رات میں پار اترنے کی کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی۔ انتہائی پریشان تھا کہ یہ ایک کسی کے پکارنے کی آواز آئی۔ جب وہ اُس آواز کی طرف گیا تو اُس کو ایک بارہ برس کا لڑکا دکھائی دیا۔ اُس لڑکے نے کہا کہ تم اُس پار جانے کو پریشان ہو، آؤ میں تم کو ایک راستہ بتا دوں جو پاب ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ اس شخص نے اُس لڑکے کے پیچھے پیچھے راہ پکڑی اور دریا کے پار ہو گیا۔ لڑکا نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب وہ شخص سرکار میں حاضر ہوا تو قبلہ عالم نے حالاتِ سفر دریافت کئے وہ بیان کرنا ہی چاہتا تھا کہ حضور نے فرمایا کہ "کہو وہ لڑکا کتنا چالاک تھا" اُس شخص کو پہلے تو کچھ سکوت سا ہو گیا۔ بعد اے ساختگی میں کہہ اٹھا کہ حضور ہی تھے، آپ ہنس کر چپ ہو گئے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سیاحتِ عرب میں ایک قاضی القضاات جو اپنے کو متشرع سمجھتے تھے۔ ملاقات کو آئے اور اعتراض کے، لہجہ میں طنزیہ گفتگو کرنے لگے۔ حضور نے مستہم ہو کر فرمایا کہ "شریعت کو شارع زیادہ جانتا ہے" دوسرے روز جناب قاضی جی کے ہاتھ میں انگوری شراب تھی اور زبان سے "قَدَّارَ فَهْدَايَ" وحید میں کہتے نکلے۔ لوگوں نے بہت برا کہا مگر ان کو ایسے پتے گھرے کی چڑھی تھی کہ یہی کہتے ہوئے مر گئے۔

نقل ہے کہ جب حضور والا قبلہ عالم کلکتہ سے بمبئی کے دورہ سیاحت میں مشغول تھے اور

پیادہ پانچ مختلف دبار و امصار میں سفر فرما رہے تھے تو ہر جگہ ایسے ایسے عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے رہے کہ جس سے حضور کی سیادت پختی اور کمالاتِ باطنی کی شان خصوصی نظر آتی ہے۔ چنانچہ کلکتہ اور بنگلور کے درمیان جس راستہ سے حضور والا کا گذر ہوا وہ ہولناک صحرا تھا اور اس صحرا میں ایک گروہ تزاؤں کا آباد تھا جو چار بھائی تھے اور قوم ہنود میں سورج بنس چھتری تھے اور خاندانی پیشہ در تھے چنانچہ حسبِ عادت مسافر سمجھ کر سرکار والا جاہ سے بھی دو چار ہوئے۔ مگر یہ عجیب بات ہوئی کہ معاملہ بالکل برعکس ہو گیا ہمیشہ وہ مسافروں کو لوٹا کرتے تھے مگر حضور قبلہ عالم سے دو چار ہوتے ہی خود محبت کا شکار ہو گئے اور اپنا سب کچھ حضور پر لٹا کر اور آبائی پیشہ سے تائب ہو کر غلامی میں داخل ہو گئے سرکار نے چاروں کے نام عبد الرحمن، عبد الرزاق، عبد الواحد، اور عبد اللہ رکھا اور اپنے ہمراہ لے کر جانب بنگلور روانہ ہوئے۔

بنگلور۔ اہل ہنود کی پر نصابستی تھی جو برناتھ جوگی (جو اپنے وقت کا زبردست جادوگر تھا) کے زیر اثر تھی اور برناتھ جوگی کے چیلے اس بستی کے کارکن تھے۔ برناتھ جوگی کی ماں نے (جو ایک زبردست ساحرہ تھی اور علوم نجوم میں بھی کافی دسترس رکھتی تھی) اپنے بیٹے کو پہلے سے مطلع کر دیا تھا کہ کسی وقت ایک صاحب کمال فقیر معہ چار چیلوں کے بنگلور میں آئے گا اور سب کو مسلمان بنا لے گا۔ اس خبر سے خبردار ہونے کی وجہ سے برناتھ جوگی نے اپنے چیلوں کو خبردار کر رکھا تھا اور حلیہ بتا کر حکم دیا تھا کہ جس وقت بھی اس حلیہ کا فقیر معہ چار چیلوں کے بنگلور میں وارد ہو فوراً گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کرنا۔ برناتھ جوگی خود بنگلور سے دو سو میل فاصلہ پر مقام کوہ

بھیروں گری پردہ ہوتا تھا۔ جس وقت حضور قبلہ عالم معہ ہمراہیان بنگلور پہنچے تو انہیں جوگیوں کے مندر میں جو نہایت عالی شان اور پرفضا مقام پر تھا۔ قیام کیا۔ مندر کے نگراں چیلوں نے حضور کی تشریف آوری و بسیا خٹکی و نیز تمامی حلیہ سے پہچان لیا کہ ضرور وہی فقیر ہے کہ جس کی خبر گرو برناتھ نے پہلے سے ہم کو دے رکھی ہے چنانچہ انہوں نے فوراً اپنی جماعت کو مطلع کیا اور سب متفقہ طور پر حضور کو شناخت کر کے اپنے گرو کی تعلیم کے مطابق حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ خوشادد در آمد و رشتی و سختی سے لاجواب ہو کر سحر سحری سے مسح کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر بہر صورت ناکام اور عاجز ہو گئے تو اپنے گرو برناتھ کو خبر کی کہ وہ فقیر جس کے متعلق ہم لوگوں کو گرفتاری کا حکم تھا معہ چار چیلوں کے یہاں آ گیا ہے اور ہمارے ہی مندر میں مقیم ہے ہم لوگوں نے اس پر قبضہ پانے کی انتہائی کوشش کی مگر اس پر کسی قسم کا جادو، فتنہ اثر نہیں کرتا اس لئے آپ خود آ کر گرفتار کریں۔ ادھر توجیب تک اس کو خبر پہنچے اور برناتھ جوگی بنگلور آنے کی تیاری کرے۔ بنگلور کی دنیا میں انقلاب آنا شروع ہو گیا اور مجسمہ عشق و حسن کی کار فرمائیاں ساحروں کو مسح کرنے لگیں۔ جس کی نظر روئے نور پر پڑتی تو نہ معلوم کون سا جلوہ نظر آتا تھا کہ ہر شخص بیتا بانہ پروانہ وار قربان ہو ہو کر قدموں پر سر جھکا رہا تھا اور تصدیق کے ساتھ حلفہ غلامی میں داخل ہو رہا تھا حتیٰ کہ بجز برناتھ جوگی کے چیلوں کے تمام اہل بستی مسلہ ان ہو گئے۔ اس وقت حضور نے اپنے ہمراہیان و جملہ غلامان بنگلور کو حکم دیا کہ بت زمانے ڈھادو اور عبادت خانے بنا ڈالو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ مندروں میں اشد آبر کی صدا گونجنے لگی۔ کلہ حق لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو گیا گویا اس بستی کی

دنیا ہی بدل گئی۔

یکایک برناتھ جوگی اپنے تمامی حربہ ہائے سحر سے آراستہ ہو کر غول شیطاں کے ساتھ اپنی طاقت کے شعبدے دکھاتا ہوا بنگلور پہنچا۔ بستی کی یہ بدلی ہوئی حالت دیکھ کر نہایت غضب کے ساتھ اپنے چیلوں کو لعنت بلامت کی اور پھر سب کی معیت میں اپنی سحر سامری کا زور دکھانے لگا۔ سرکار عالم پلانے نہ معلوم کس نظر سے ان جادو کے قماشوں کی طرف توجہ فرمائی کہ ایک دم میں تمام سحر سامری درہم و برہم ہو گیا۔ شیطانوں میں العیاذ اور بیرون میں الامان کا شور بلند ہو گیا۔ اور اس کے پھیلے تو بہ تلاً چلا چلا کر اپنی غلطیوں پر عداوت کا اظہار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ حضور کے قدموں پر گرج کر مسلمان ہو گئے۔

برناتھ جوگی یہ صورت دیکھ کر زیادہ غضب ناک ہوا اور اپنا آخری حربہ لے کر مقابل ہوا۔ یہ مقابلہ اپنے وقت میں بے نظیر تھا کیونکہ ادھر تو برناتھ جوگی نے اپنی دلی نہایت سے جادو کی طاقت دکھائی ادھر کرم ولے نے اپنی کرم نمائی سے چشم اُفت کی بجلی گرائی آنکھ چارہ ہوتے ہی جھومنے لگا اور بالآخر بیہوش ہو کر گرا۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو ایسا ہوش آیا کہ قبلہ عالم کے قدموں پر سر رکھا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان حال سے یوں کہہ رہا تھا۔

من نہ دیدم جز تو دیگر دلبرے

حضور والائے دست شفقت اُس کے سر پر پھیرا اور فرمایا کہ "اچھا اب تم بھی مسلمان ہو جاؤ" چنانچہ اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ فوراً داخل سلسلہ ہو کر مسلمان ہو گیا اور حضور نے لباس نقیری عنایت فرما کر دیدار شاہ کا خطاب دیا اور وہیں رہنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی

عبدالرحمن و عبدالرزاق کو فیض باطنی سے حافظ قرآن بنا دیا اور حکم دیا کہ تم دونوں یہیں رہو اور اپنے سب بھائیوں کو قرآن کی تعلیم دو اور جملہ حلقہ بگوشان کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ "جس نے ہمارے فقیر کو خوش رکھا اس نے مجھ کو خوش رکھا اور جس نے ہمارے فقیر کو رنج دیا اس نے بلاشبہ ہم کو رنج دیا" بعد ازاں عبدالواحد و عبداللہ کو اپنے ہمراہ لے کر بنگلور سے سوئے نہر آباد گامزن ہوئے۔

نہر آباد۔ منقول از مولوی مصاحب علی صاحب بنگالی۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور قبلہ عالم نہر آباد تشریف لائے اس وقت میں خوش قسمتی سے نہر آباد میں موجود تھا میں نے دیکھا کہ شیخ بدرالدین صاحب بیرسٹر کے مکان پر جمع غفیر جمع ہو رہا ہے تو میں نے دریافت کیا کہ اس قدر جمع کیوں جمع ہو رہا ہے تو لوگوں نے بتلایا کہ جناب پیشوائے برحق و ارث عالم نواز رونق افروز ہوئے ہیں اور جمع پیشوائی کے لئے جمع ہو رہا ہے چنانچہ میں بھی بدرالدین صاحب کے ہمراہ جمع استقبال کو روانہ ہوا اور حضور والا تشریف لاکر بدرالدین صاحب بیرسٹر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ عوام پر روانہ وار اپنی عقیدتمندی کا اظہار کر رہے تھے اور بیشتر داخل سلسلہ ہو ہو کر دولت کو نین حاصل کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک روز مولوی محمد حسین صاحب نامی جو ملک تمبر کے باشندے تھے اور علم کتاب پر نازاں ہونے کے باعث فقیروں اور درویشوں سے انتہائی بد عقیدہ اور دریدہ دہنی میں مشہور تھے۔ خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ مجمع کی دیوانگی اور قبلہ عالم کی کرم نمائی دیکھ کر بہوت ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سرکار والا جاہ خود مولوی صاحب کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ "آپ بھی کچھ دن کی کیفیت بیان کیجئے" مولوی صاحب بزم خاص نکات شریعت اس طرح اظہار فرمانے لگے جس میں اعتراضات و الزامات عامہ ہو جائیں۔

سرکار والا جاہ نے بظاہر تو مولوی صاحب کی ان گستاخوں کا کوئی جواب نہ دیا مگر دفعتاً کھڑے ہو گئے اور وہاں سے قصبہ کے باہر کی طرف روانہ ہوئے کچھ موجودہ مجمع بھی معہ مولوی صاحب ہمراہ ہو گیا۔

حضور والا جاہ قصبہ سے باہر ایک تالاب جو نیر ساگر کے نام سے مشہور تھا اور اُس کے جنوباً ایک مولسری کا درخت بہت بڑا تھا وہاں پہنچے۔ سب نے ونیز میں نے دیکھا کہ اُس درخت کے نیچے ایک نورانی مجلس جمع ہے۔ ہر شخص اُس مجلس کا نہایت صاحبِ جمال و کمال و غیر مانوس تھا۔ فرش کی جگہ بہترین قسم کی جانا نمازیں معہ مصلیٰ امامت پچیس^{۲۵} ٹھہریں۔ تمام مجمع اس عالم کو دیکھ کر حیرت زدہ خاموش تھا۔ حضور کے پہنچنے ہی صاحبانِ مجلس نے کھڑے ہو کر حضور کی تعظیم کی۔ قبلہ عالم مصلیٰ امامت پر رونق افروز ہوئے تمامی بزرگانِ مجلس بصورت مقتدیان صف بندی کرنے لگے اور ایک بزرگ نے اعلان کیا کہ یہ نمازوں خدا ہے جس کو دیدار خدا مطلوب ہو وہ اس میں شریک ہو، مولوی صاحب بھی مدہوشی کے عالم میں شریک ہو گئے۔ نماز شروع ہوئی مولوی صاحب کا بیان ہے کہ پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ حضور نے بسنت شروع کر دیا اور سب مقتدی بے ہوش ہو گئے۔ پھر جو ہوش آیا تو دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سنی اور حضور نے ہوش شروع کر دی تمام مقتدی پھر کسی دوسرے عالم میں پہنچ گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ نماز ختم ہونے پر سب کو ہوش آیا تو دیکھا کہ درخت کی تمام ڈالیاں و جڑیں ہیں اور مائل بہ زمین ہو کر سر بسجود ہو گئی ہیں۔ اور ہر برگ زہر پتہ سے لجن داؤدی میں "حق و ارب" کا ترانہ گایا جا رہا ہے۔ مولوی صاحب سرکار عالم نواز کے گرد گھوم گھوم کر طواف کر رہے تھے اور قدموں کو چوم چوم کر کہہ رہے تھے:۔۔۔

۵ در سراپردہ دل یوسف خود را دیدم

بخت بیدار شد و خواب زلیخا دیدم

قبلہ عالم نے مولوی صاحب کو حکم دیا کہ تم کوہ حیات پر دادا حیات قلندر قدس سرہ کے مزار کی بارہ سال خدمت کرنے کے بعد دوسری ذی الحجہ تک کعبہ شریف پہنچ جانا وہیں ہم تم کو مل جائیں گے۔ مولوی صاحب اسی وقت حکم پاتے ہی روانہ ہو گئے اور حضور واپس تشریف لا کر بدرالدین صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے۔

ایمان و عہدہ - یوں تو بدرالدین صاحب کے مکان پر ہر وقت ارادت

مندوں کا اثر دہام رہتا تھا منجملہ ازاں اسی بستی میں ایک ضعیفہ اماں نامی بھی رہتی تھی جس کو حضور نے عالم رزیا میں مزید فرمایا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ ہم کسی وقت تیرے یہاں آئیں گے۔ اماں کے صرف ایک لڑکا تھا جو کمسنی میں انتقال کر گیا تھا۔ اماں نے ارمان کی وجہ سے اپنے لڑکے کی شادی بھی کر دی تھی اور ایک دس برس کی عمر کی لڑکی بیاہ لائی تھی جو شادی کے ایک سال بعد بیوہ ہو گئی تھی اور سرکار والا جاہلے اماں کی دستگیری اور تشریف کے ساتھ اسی موقع پر اس کمسن اور بیوہ پر بھی ایسی چشم عنایت کی اور کچھ اس طرح غلامی میں داخل فرمایا کہ اسی کمسنی کی عمر سے سرکار کی شیفٹہ و فریفٹہ ہونے تمام دنیا سے بیگانہ ہو گئی ہمہ وقت تصور وارث عالم نواز میں مکین۔ حتیٰ کہ اپنی جوانی بھی وارث کی محبت میں قربان کر دی۔ اماں وارثہ اپنی بہو وارثہ کے ہمراہ چرخہ کات کر سوت فروخت کرتی تھی اور دونوں کے لئے ہی گزارہ کا ذریعہ تھا۔

جب سرکار عالم پناہ کی تشریف آوری نرا آباد میں چرچا ہوا تو اماں بھی زلیخا وار اپنے یوسف کی تلاش میں نکلی اور بدرالدین صاحب کے مکان پر پہنچی۔ دیکھتے ہی اپنے وارث کو

پہچان گئی اور سرکار والا جاہ نے بھی نہایت شفقت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آمان تم آگئیں" آمان فرط محبت سے بے اختیار ہو گئی اور قدموں پر نثار ہو ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور اب اپنا وعدہ پورا فرمائیے اور غریب کی جھونپڑی کو بھی اپنے قدموں سے زینت بخشئے۔ حضور نے بھی آمان کی استدعا کو حسب وعدہ قبول فرمایا اور ارشاد کیا کہ "اچھا کل تمہارے یہاں آئیں گے" آمان یہ مژدہ جاں فراسن کر خوشی سے مکیف ہو گئی اور بے اختیاراً انداز میں گھر پہنچی اور بہو کو خوش خبری سنائی کہ کل حضور قبیلہ عالم ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمانے کے لئے ہماری جھونپڑی میں تشریف لائیں گے ساتھ ہی یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ایک فکر یہ ضرور ہے کہ حضور کی دعوت کا سامان ہماری بیچاری اور محتاجی میں حسب دلخواہ نہ ہو سکے گا۔ یہ سن کر پہنچے تو بہو بھی کچھ ملول خاطر نظر آئی مگر پھر کسی غیر معمولی بھروسہ پر شاد کام نظر آئی اور جواب دیا کہ ہماری غریبی اور محتاجی تو انظر من الشمس ہے جب سرکار نے ہم غریبوں کی استدعا کو قبول فرما کر ہماری اس جھونپڑی کو عزت بخشے گا وعدہ فرمایا ہے تو یقین جانو کہ سامان دعوت کے انتظام میں بھی خود ہی انتظام فرما کر ہماری لاج رکھیں گے۔ تم کچھ فکر نہ کرو کیونکہ ہم لاوارثوں کے وہی وارث ہیں۔

چنانچہ شب کو جب آمان کی بہو سامان دعوت کی خیالی دنیا میں مصروف کار تھی اور سرکار والا جاہ کے تصور سے اپنی آرزوؤں کا اظہار کر رہی تھی کہ اسی عالم میں کیا دیکھتی ہے کہ قبیلہ عالم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم" (جس نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے) اور فرمایا کہ "تم ایک حجرہ پاک و صاف کر کے اللہ کے نام پر بند کرو اور جس چیز کی ضرورت ہو اپنے حسب دلخواہ وہاں سے لے لو" یہ حکم فرما کر رخصت ہو گئے

اور وہ وارثیہ بچا یک اپنی خیالی دنیا سے ہوش میں آگئی اور سرکار کے حکم کے مطابق فوراً ایک حجرہ درست کر کے اور "یا وارث" کہہ کر بند کر دیا۔

صبح کو وہ ضعیفہ فرش فروش و نیز دیگر سامانِ مہزوری کے لئے انتہائی پریشان تھی کہ ہونے کہا کہ اے مادرِ مہربان تم کیوں اور کس لئے پریشان ہو ہر قسم کا سامانِ مہانداری سرکار کے صدقے میں مہیا ہے یہ کہہ کر ضعیفہ کو ہمراہ لے کر اس حجرہ میں گئی اور یا وارث کہہ کر دروازہ کھولا ضعیفہ کی حیرت کی انتہا نہ تھی جبکہ اس نے دیکھا کہ حجرہ کے اندر ایک عجیب و غریب ڈنیل ہے اور ہر قسم کا سامانِ مہزوری عورتوں کے اور لڑکوں کے مہیا ہے اور سب حکم کے منتظر ہیں ضعیفہ پر ایک عالمِ محویت طاری ہو گیا تو بہونے کہا کہ اے مادرِ مہربان آپ اس قدر تعجب نہ کریں کیونکہ "ان اللہ علی کل شیء قدير" اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے) اب آپ جائیں اور بھائی بدرالدین صاحب سے کہہ دیں کہ وہ تمام بستی میں اعلان کرادیں کہ آمان چرخہ والی کے یہاں آج وارثِ عالم نواز جلوہ فرما ہوں گے ہر کس و ناکس معہ اہل و عیال اس جشنِ مسعود میں شریک ہو چنانچہ آمان اس مخاطبت سے ہوش میں آگئی اور بدرالدین صاحب کے مکان کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں پہنچ کر بدرالدین صاحب کو بہو کا پیغام پہنچا یا۔ چونکہ بدرالدین صاحب آمان کی معاشی حالت سے کما حقہ آگاہ تھے اس لئے ان کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنے بڑے مجمعِ عام کی دعوت کا انتظام کس طرح کرے گی۔ بالآخر انھوں نے آمان سے دریافت کیا کہ چونکہ میں تمہاری ناداری سے بخوبی واقف ہوں اس لئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے وسیع پیمانہ پر مہانداری کا انتظام کس طرح انجام پذیر ہوگا۔ آمان نے جواب دیا کہ بھائی ہمارا تمہارا سب کا وارث ہی وارث ہے وہ چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے اور تم تو بھائی ہو تو تم سے کیا پردہ ہے۔ اس لئے اگر اطمینان خاطر منظور ہو تو میرے ساتھ میری جھوٹری

تک تشریف لے چلو۔ بدرالدین صاحب امامن کے ساتھ اُس کی جھونپڑی پر گئے امامن نے بدرالدین صاحب کو دروازہ پر کھڑا کر کے بہو کو واقعہ بتلایا۔ بہو نے کہا کہ وہ میرے بھائی ہیں اُن سے کیا پردہ ہے۔ گھر میں بلا لو۔ چنانچہ بدرالدین صاحب جب جھونپڑی میں گئے تو اُن کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ امامن کا مکان جس کو باہر سے جھونپڑی دیکھ کر آئے تھے اندر ایک عالی شان محل کا نمونہ نظر آتا تھا ہر موقع پر متعدد کمرے ساز و سامان سے آراستہ مکنت فرش سے پیراستہ۔ ہر سامان ضرورت قرینہ سے اپنی جگہ پر مزین۔ خادمان و کارکنان بہترین لباس سے مکنت اور معروف کارجن کی سورتیں لباس طرز تکلم عام انسانوں سے مافوق۔ یہ تمام سامان دیکھ کر بدرالدین صاحب مبہوت ہو گئے۔

امامن کی ہونے جب بدرالدین صاحب کو اس قدر محویت کے عالم میں دیکھا تو یوں مخاطب ہوئی کہ بھائی بدرالدین آپ بھی تو اسی وارث کے نوازے ہوئے ہیں جس کی کہ میں ہوں۔ اس لئے تعجب کی کیا بات ہے۔ بدرالدین صاحب نے اپنی خود فراموشی کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ بہن تمہارا کہنا سچ ہے مگر میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میرے وارث کی ادنیٰ کینز کا یہ مرتبہ ہے۔ بہن میں اب سب کچھ سمجھ گیا میں ابھی بموجب فہمائش تمام بستی میں اعلان کرتا ہوں۔ اس کے ماسوا اگر میرے لائق کوئی اور کار خدمت ہو تو بتلایا جائے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ بھائی بہتر ہوتا کہ آپ تمام مہمانوں کی سعیت میں حصیر کے استقبال کو جاتے اور قبلہ عالم کو میری جھونپڑی تک پہنچا کر خود بھی شریک دعوت ہوتے بدرالدین صاحب نے بخوشی اس استدعا کو بھی قبول فرمایا اور بستی میں اعلان کرا کے مہمانوں کو جمع کر کے اُس پانکی کو جو سرکار والا جاہ کے لئے قدرتی طور پر مہیتا ہوئی تھی۔ اور جس کی آرائش و قیمت کا اندازہ مشکل تھا براہ لے کر اپنے مکان واپس آگئے اور امامن کی طرف سے سرکار میں عرض کی۔ حضور

فورا کھڑے ہو گئے۔ اور پانکی میں سوار ہو کر عجب شان و اہتمام سے آمان کی بھونپڑی پر رونق افروز ہوئے آمان کی بھونپڑی پر ہزار مردوزن کا ہجوم تھا۔ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی ہر شخص کسی نامعلوم مسرت سے از خود رفتہ ہو رہا تھا۔ آمان اور اُس کی بہو دیدار یا۔ جمال وارث سے اپنے آئینہ دل میں ایسی جلا محسوس کر رہی تھیں کہ تمام دنیا مجلا نظر آتی تھی اور نگاہیں بام حقیقت سے ٹکرائی کر وارث حقیقی سے ہمکنار تھیں۔ حضور کی اجازت سے ہمالوں کے لئے دسترخوان بچھایا گیا۔ آمان کی بہو کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہر شخص کھانا کھانے کے بعد بتن بھی جو نہایت خوبصورت اور قیمتی تھے اپنے ساتھ لے جائے۔ کوئی شخص یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ آمان چہرہ والی کے یہاں دعوت کھ رہا ہے یا کسی بادشاہ کے یہاں۔ غرض کہ نہر آباد میں سرکار کے اطف و کرم کی ایسی ہنریں جاری ہوئیں کہ کوئی تشنہ نہیں رہ گیا اور آمان اور اس کی بہو کو تو معلوم نہیں کیا عنایت ہوا۔ صلی اللہ علیٰ محمد۔ وعلیٰ آلہ وسلم۔ حضور قبلہ عالم بعد چندے نہر آباد سے میسور روانہ ہونے لگے تو بستی بھر میں کھرام تپ گیا ہر شخص حضور کی جدائی کے تصور سے بے چین تھا۔ حضور نے سب کی تشفی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "وہ فرید ناقص ہے جو پیر کو دور سمجھے اور وہ پیر ناقص ہے جو وقت پر کام نہ آئے" اور اس طرح بھی فرمایا کہ "اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو لاکھ کوس پر بھی میں تمہارے پاس ہوں۔"

شہر کوئیم بتور اجنہ کی آبادی۔ سرکار والا جاہ نہر آباد سے عبداللہ کی معیت میں میسور اور پھر میسور سے شہر کوئیم بتور جہاں اجنہ کی آبادی تھی تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر بادشاہان اجنہ فاضل شاہ۔ محمد شاہ۔ میمون زنگی۔ سفیشیا۔ و۔ ہدوش۔ فہوش۔ و۔ سرطوش وغیرہ کو معہ ان کے اراکین و لشکر یان کے حلقہ بگوشی کا فخر عنایت کیا۔

مقام تنیاری۔ پھر وہاں سے مقام تنیاری جہاں ایک زبردست بت خانہ تھا، تشریف لے گئے اُس بت خانہ میں ایک سہ منزلہ حوض تھا جس سے تمام اہل تنیاری پانی پیتے تھے مگر چونکہ مسلمانوں سے انتہائی تعصب تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت تکلیف تھی۔ حضور قبلہ عالم نے اسی بت خانہ کے قریب قیام فرمایا اور واقعات سمجھ کر حوض کی جانب کچھ عجب انداز سے نگاہ کی کہ حوض کا تمام پانی خشک ہو گیا اور بالآخر تمام ہندو پجاری مسلمان ہو کر داخل سلسلہ ہو گئے۔

گرچنا پٹی۔ اور سرکار عالم پناہ وہاں سے گرچنا پٹی روانہ ہوئے۔ اور وہاں نصر اللہ خاں و سدا اللہ خاں سوداگران کے مکان قیام پذیر ہوئے۔ اور اہل قصبہ کو کچھ روز سہ فرمازی بخش اور پھر وہاں سے جانب کوہ پٹنی گری روانہ ہوئے۔

کوہ پٹنی گری۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پیر ایک دیو جس کا نام شیر نردیو تھا۔ کی حکومت تھی۔ وہ ہندو مسلمان سب سے اپنی پرستش کرا تا تھا اور ایسا طلسم بنا رکھا تھا کہ ہر شخص اُس کا تابع رہتا تھا اور اس کے طلسم میں مسح کرتا حضور قبلہ عالم نے وہاں پہنچ کر ایسا سحر محبت جگایا کہ اُس کا سارا طلسم بگڑ گیا اور تمام ہندو مسلمان حلقہ بگوش ہو گئے اور پھر وہاں سے حضور جانب کوہ ادیہ گری تشریف لے گئے۔

کوہ ادیہ گری۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حب علی مجذوب و آرتی بلخی کا مزار ہے اور وہاں کے باشندے اُس مجذوب کی پیشین گوئی کے باعث حضور کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور وہاں شاہ ریاض الغیب کا بھی مزار ہے جو اپنی بادشاہت پر لات مار کر فقیر ہو گیا تھا۔ اُس پہاڑ کے بیشتر تیرہ و تار غاروں میں بڑے بڑے عبادت گزار بزرگ پلے جاتے ہیں جو سب حضور والا کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔

چنانچہ حضور والا نے کوہ آدیہ گیری پہنچ کر ہر طالب حق کو وہ فیوض و برکات تفویض فرمائے کہ سب کی سیرمی ہوگئی اور کوئی ناشاد نہیں رہ گیا۔ اور پھر وہاں سے کوہ حیات اور وہاں سے ملک مالابار ہوتے ہوئے کلی کوٹ وغیرہ ہوتے ہوئے راجہ سامووری اور اس کی قوم کو داخلِ غلامی فرماتے ہوئے بمبئی پہنچے۔

سیاحت۔ حضور کی تمام زندگی زیادہ تر سیاحت میں گزری اور سپاہِ روی زیادہ پسند تھی اور یہی وجہ ہے کہ مکمل سوانح حیات دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے گو سوانح کے تحت لاتعداد کتابیں مختلف زبانوں میں مختلف واقعات کے ساتھ طبع ہوئیں مگر بمصدقہ سے نگرہر کس بقدر ہمت اوست۔ جتنا جس کو علم ہو سکا اس نے نقل کیا مگر سوانح حیات نامکمل رہی۔

اس لئے سوانح حیات کے متعلق اس قدر عرض کرنا کافی ہے کہ حضور قبضہ عالم نے چھیالیس یا اٹھاسی سال اس دنیا میں اس وارثِ حقیقی کی قدرتوں کے وہ مشاہدے کرائے کہ دنیا نظر نہیں پیش کر سکتی۔

وصال شریف۔ یہ بھی مصدقہ ہے کہ حضور والا نے تادم واپس اپنے خیمخانہ محبت سے دنیا کو جامِ محبت عنایت فرمائے۔ اور بالآخر یکم صفر ۱۳۲۳ھ ہجری کو اپنے اباؤ اجداد کی یہ سنت بھی ادا فرمائی کہ حدودِ تعینات سے گذر کر اس نقطہٴ سرمدی سے واصل ہو گئے جو فی الحقیقت موجود مطلق اور وارثِ حقیقی ہے۔

رازِ حقیقت۔ کی دراصل حقیقت یہ ہے کہ جو قطرہ دریا سے جدا ہو کر قطرہ کہلایا تھا۔ دریا میں واصل ہو کر دریا ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ وارث کے پرستار وارث کو زندہ جاوید اور باقی گردانتے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ صاحبِ دل اصحاب

جن کو اس وارث عالم نواز سے سچی محبت ہے اور حقیقی عقیدت ہے اور ان کی چشم
 دل بینا ہے اب بھی وارث ہی کے جلووں سے دنیا کو منور پاتے ہیں اور ہر وقت اور
 ہر جگہ اپنے وارث کو دیکھتے ہیں اور جملہ فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں اور قیامت
 تک ہوتے رہیں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

حصہ اول ختم ہوا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چونکہ اللہ جل شانہ نے اس کائناتِ عالم کی نمود کا باعث صرف محبت کو قرار دیا ہے اس لئے یہ بھی ضروری تھا کہ اس کائنات کا اختتام بھی محبت پر ہو، اسی لئے اللہ جل شانہ نے دنیا کے آخری دور میں اپنے جیب کی نسل سے ایک خصوصی ذات نادرہ کو اپنے عاشق کی حیثیت سے اپنے جیب کی خصوصیات کا وارث اور اپنی صفات نادرہ کا مظہر اور ہم نام بنا کر و نیز لباسِ عاشقی سے مستند و آراستہ و حسن مکمل سے پیراستہ فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا جس کی ہر ادا ہر اشارہ محبت سے مملو جس کا ہر کلام اور ہر لفظ بولتا ہوا جاو و اور پرتا شیر ہے اور خصوصاً کلامِ الہی اور حدیثِ نبوی کی بین تفسیر ہے جس طرح نداءِ نبوی (یعنی اللہ کی پکار یا اللہ کا کلام اللہ کے جیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے الفاظ کی صورت میں ظاہر ہو کر کلامِ اللہ آسمانی اور پھر اسی کلامِ اللہ کی تشریح و تفسیر بھی اسی اللہ کے جیب کی زبان مبارک سے الفاظ کی صورت میں ظاہر ہو کر حدیثِ کہلامی (یعنی کلامِ اللہ اور حدیثِ نبوی)

میں صرف ظاہری ناموں کا فرق ہے مگر حقیقتاً مخزن اور مفہوم دونوں کا ایک ہے اسی طرح اللہ کے عاشق اور اللہ کے حبیب کے حبیب اور وارث کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ بھی گونبٹا ہر حدیث محبت یا ملفوظات وارث کہے جائیں مگر حقیقتاً مفہوم کے لحاظ سے کلام اللہ اور حدیث نبوی کی کھلی ہوئی اور محبت بھری تشریح ہے اور خصوصیت یہ ہے کہ محبت کی تاثیر کے ساتھ توفیق اور ہدایت کے نمایاں اعجاز سے وابستہ ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اس اعجاز کا امتحان کرنا چاہے تو میں اپنے تجربہ اور یقین کی بنا پر یستین دلاتا ہوں کہ وہ شخص اپنی خوش عقیدگی اور محبت سے حضرت مرشدنا و سیدنا وارث عالم نواز کے ان ملفوظات کی تلاوت کو روزانہ ایک وقت مہینہ پر مداومت کرنے کو معمول بنائے تو یقیناً بہت جلد اُس کے دل کی دنیا میں عجیب و غریب انقلاب آجائے گا اور بہت ممکن ہے کہ اُس شخص کا شمار خدا کے صالحین اور مقرب بندوں میں ہو جائے۔ "ولکن اللہ یهدی من یشاء و هو اعلم بالمعتدین۔"

وما علینا الا البلاغ
محبوب شاہ وازلی - ہندی العربی

حدیثِ محبت و ملفوظاتِ وارث

چونکہ یہ کثیر التعداد جماعت وارثیہ خصوصاً صیات وارثیہ میں دو صورتوں پر منقسم ہے، اس لئے صورتاً نشانِ تفصیلی کے ساتھ ذکر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ایک جماعت وارثیہ جو تعداد میں کم ہے ملتقب بہ فقراء و خرقہ پوش ہے اور دوسری جماعت دنیا داروں کی ہے جو داخل سلسلہ ہونے کی حیثیت سے وارثیہ ہے۔

چنانچہ ملفوظاتِ سرکارِ وارثِ عالم پناہ میں ارشاداتِ عالیہ بھی اسی رعایت سے صادر ہوئے ہیں اس لئے یہاں سب سے پہلے وہی ارشاداتِ نقل کئے جا رہے ہیں جن کی مخاطبت صرف فقراء و خرقہ پوشان کی طرف ہے اور احکامات کے تحت صادر ہوئے ہیں۔ لیکن اس میں بھی دو قسمیں ہیں (احکاماتِ خاص) و (احکاماتِ عام)۔ احکاماتِ خاص وہ ہیں جو خصوصی فقرا کو مجاہدات کی صورت میں صادر ہوئے ہیں۔ (مثلاً) کسی کو آنکھ بند کرنے کا اور کسی کو خاموش رہنے کا یا کسی کو متروکاتِ قطعی سے (یعنی) مثلاً تخت موٹڑھا کر سی پلنگ وغیرہ پر بیٹھنے کی اجازت اور کسی کو ترک حیوانات و نباتات کا حکم ہوا اور احکاماتِ عام وہ ہیں جو عام خرقہ پوشوں کے لئے بغیر امتیاز و اختصاص بطور دستور العمل تعمیل کا حکم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ صرف احکاماتِ عام نقل کئے جا رہے ہیں۔

ارشادات عالیہ اور احکامات وارثہ

برائے

عام فقراء و آرتی

فرمایا فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ اور عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو معشوق کی مرضی ہو۔ نہ اُس سے مانگے اور نہ انکار کرے۔ اسی کا نام تسلیم و رضا ہے۔

مندرجہ بالا فرمان میں حضور قبلہ عالم نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ فقیر کا دوسرا نام عاشق خدا ہے اس لئے ناظرین سعائیدہ کتاب ہذا اس کا خیال رکھیں کہ جس جگہ عاشق کے محاسن بیان ہوں تو اُس کی مخاطبت فقیر ہی سے سمجھیں۔ بلکہ یوں ذہن نشین کریں کہ حضور وارث عالم نواز نے اس تعلیمی احکامات کے پردہ میں ایک طرف تو عوام کو فقیر کی شناخت کے لئے تمیز عنایت فرمائی ہے اور دوسری طرف فقیر کی اصلاح کے لئے تعلیم مد نظر ہے چنانچہ فقیر کو حکم دیا کہ "عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو معشوق کی مرضی ہو" مطلب یہ ہے خدا اور اُس کے رسول کے حکم کی تعمیل فقیر کا فرض اولین ہے اور ساتھ ہی یہ جو ارشاد ہوا کہ "نہ اُس سے مانگے اور نہ انکار کرے" اس کا مقصد یہ ہے کہ خواہشات سے کنارہ کش ہو کر راضی بہ رضا رہے اور پھر تشریح کے ساتھ اس طرح بھی ارشاد ہوا کہ۔

فرمایا عشق تین حرفوں سے مرکب ہے ع-ش-ق عین سے عبادت الہی مقصود

ہے اور شین سے پابندی شرع شریف۔ اور تاف سے قربانی آنس۔ اور پھر اس طرح بھی وضاحت فرمائی کہ فرمایا عاشق کی شروع میں عین ہے اور شرع کے آخر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا کمال یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے، اور یوں ہی قطعی طور پر فرمایا کہ ہر شخص پر اتباع سنت لازم ہے و پابندی شریعت ضروری ہے۔ اس جگہ لفظ (ہر شخص) سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ کوئی وارثی شریعت سے مستزاد نہیں ہے بلکہ خاص طور پر وہ وارثی جو لباس فقر سے آراستہ ہو اور اپنے کھانے پینے و نیز اپنی تمام ضروریات اور خواہشات سے باخبر ہو اس پر تو پابندی شریعت ضروری ہے بلکہ جو فقیر ہوش کہا جاسکتا ہو تو اس پر بھی سرمد علیہ الرحمۃ و شمس تبریز اور منصور علیہ الرحمۃ کی طرح احترام شریعت لازمی ہے۔ متعلقہ ممانعت کسب و متعلقہ تصدیق۔ فرمایا جس نے کسب و اسباب کو ذریعہ بنایا وہ فقیر نہیں ہے فرمایا اہل تصدیق کسب نہیں کرتے فرمایا کسب و اسباب پر بھروسہ نہ ہے مگر تصدیق محال ہے۔ فرمایا فقیر اسی پر قناعت کرے جو بے طلب اس کو غیب سے پہنچے۔ فرمایا جب فاقے ہوں تو ضبط کرے۔ فرمایا اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو جائے تو زبان پر نہ لائے اور اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔ فرمایا فقیر کو سوال حرام ہے فرمایا بڑی فقیری یہ ہے کہ مر جائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔ فرمایا ہاتھ نہ پھیلائے بلا مانگے دے تولے لے۔ فرمایا اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے، چاہے مر جائے خدا سے بھی نہ کہے چاہے کتنی ہی تکلیف ہو۔ کیا اللہ نہیں دیکھتا۔ کسی عورت کا شوہر اگر ہزارہ کوں پر بھی ہو تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے (دل کی طرف اشارہ فرما کر) تو وہ جو تمہارے اندر میں مگر نہیں کریں گے۔ فرمایا فقیر کو چاہئے اللہ سے بھی نہ مانگے۔ کہ وہ نہیں جانتا جو شہ رگ سے بھی تریب ہے۔ فرمایا دینا مانگتا رخصتا و تسلیم ہے

خلاف ہے فشرمایا فقیر کو چاہئے نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مذہب عشاق میں کفر ہے۔ فشرمایا فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجالائے۔ فشرمایا فقیر رضا و تسلیم پر قائم رہے اور بالکل لاطیع رہے۔ فشرمایا فقیر کو لازم ہے کہ بجز خدا کسی پر بھروسہ نہ کرے۔ فشرمایا فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دیدے۔ فشرمایا فقیر کو کسی سے ناخوش نہ ہونا چاہئے اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی خوش ہے یا ناخوش۔ فشرمایا گنہگار۔ تعویذ۔ دعا۔ بددعا۔ کچھ نہ کرے۔ فشرمایا فقیر نہ دوست کے لئے دعا کرے نہ دشمن کے لئے بددعا کرے کیونکہ دوست دشمن کا پروردگار ہے۔ فشرمایا دشمن سے بدلہ نہ لے۔ دشمن کے ساتھ سلوک کرے۔ شیر خدا کی سنت ہے۔ فشرمایا فقیر وہ ہے جو اکنگ رہے۔ فشرمایا فقیر جو رب و بچوں کی محبت میں نہ پھنسے۔ فشرمایا دنیا کی عورتوں کو اپنی ماں بہن سمجھے۔ فشرمایا فقیر کو چاہئے کہ کسی کی چیز کو خیانت سے نہ دیکھے۔ فشرمایا فقیر وہ ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو۔ فشرمایا فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس بجز خدا کے کچھ نہ ہو۔ فشرمایا فقیر وہ ہے جو اپنی بستی میں رہے کہ خویش و اقربا کا ممنون نہ ہو۔ فشرمایا عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ ترک دنیا۔ ترک عقبی۔ ترک مولا۔ ترک ترک اور اپنا تو فراق ہے۔ فشرمایا جوگ نفس کشی کو کہتے ہیں اور نفس کشی لازمی ہے چنانچہ قرآن پاک میں آپ کی تعلیم موجود ہے "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (یعنی جس سے محبت کرتے ہو اس کو ترک کر دو۔ تو بتاؤ محبوب ترے کیا ہے عرض کیا گیا کہ جان بہت عزیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ بسا اوقات انسان جان دنیا بھی آسانی سے گوارا کر لیتا ہے اس لئے ہما محبتوں سے مراد انسان کی عاقبت ہے جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔

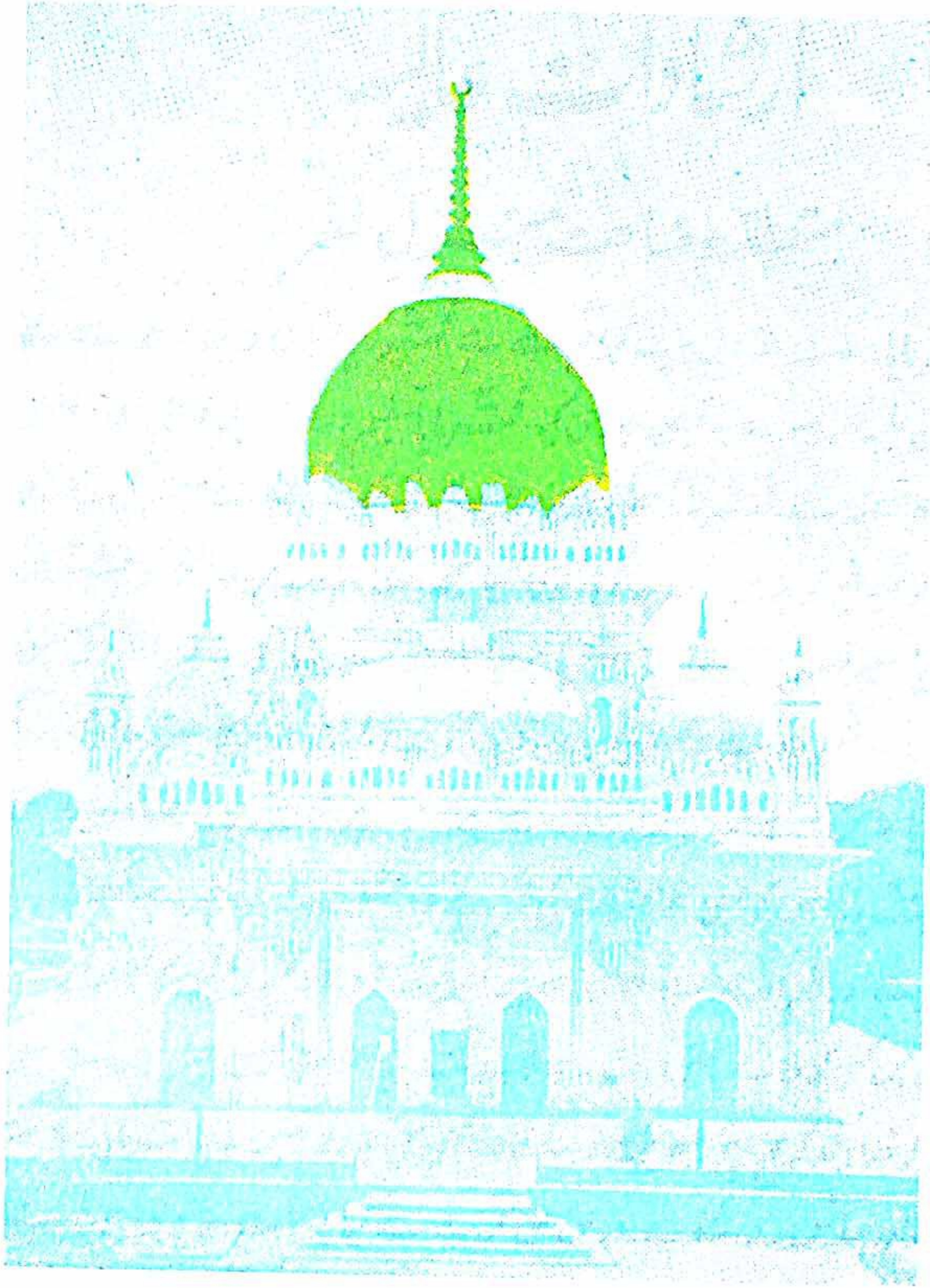
پس فقیر کو چاہئے کہ سامانِ عافیت ترک کر دے اور خیالِ عافیت کو دل سے نکال دے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے ^{۲۵}۔ شرمایا مرجانا مگر سوال نہ کرنا خدا کی محبت میں مٹ جانا۔ مال اسباب جمع نہ کرنا۔ وضع کے پابند رہنا۔ تکلیف کی شکایت نہ کرنا۔ تکلیف و راحت سب خدا کی جانب سے ہے پھر شکایت کس سے کرے گی۔ شرمایا معشوق کی دی ہوئی تکلیف کہیں میسر آتی ہے؟ شرمایا اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے شرمایا عشق میں سر دے تو یہ مہم سہ ہے۔ شرمایا بڑی بات یہ ہے کہ فقیر اپنی بستی میں نیک نام ہو شرمایا مقام حیرت میں فقرا و برسوں پڑے رہتے ہیں۔

چہ شبہا نیشتم دریں دیر گم کہ حیرت گرفت آیتنم کہ تم

اس کے بعد منزلِ فیض و نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔ شرمایا جب ما سوا اللہ کچھ نہیں رہا تو فقیر ہو گئے شرمایا اپنی تکلیف کو کسی سے بیان نہ کرے خدا سب دیکھتا ہے شرمایا فقیر وہ ہے کہ جو نہ کسی کی بک ہو اور نہ کسی چیز کا مالک ہو۔ شرمایا فقیر وہ ہے کہ جس کی کوئی سانس خالی نہ جائے (عرض کیا گیا کس سے) ارشاد ہوا۔ اللہ سے شرمایا (اگر تہ بندہ مرحمت فرماتے وقت) لو یہی لباسِ زندگی۔ یہی تمہارا کفن ہے۔ شرمایا فقیر مر جائے تو اسی تہ بندہ میں لپیٹ کر دفن کر دو یہی اس کا کفن ہے۔ شرمایا فقیر کا جس جگہ انتقال ہو اسی جگہ دفن کر دو اور اگر مجبوری سے دوسری جگہ لے جانا ہو تو پلنگ پر نہ لے جائے اور کفن میں تہ بند دے کر دفن کر دو۔ شرمایا ٹوپی وجوہاً تو فقط آرام کے لئے پہنتے ہیں اور فقیر کو آرام و تکلیف سب برابر ہے۔ ٹوپی جو تا جس طرح دنیا دار کے لئے ضروری ہے اسی طرح فقیر کے لئے جگہ۔ شرمایا ادب یہ ہے کہ راہ طلب میں فقیر ننگے سر اور ننگے پیر ہے۔ شرمایا تکیہ کو پسند نہیں کرتے فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں۔ فقیر کا تکیہ اللہ پر ہو تو فقیر ہے۔ ہم نے کبھی تکیہ نہیں رکھا۔ شرمایا

تحت۔ موندھا۔ پلنگ۔ کرسی۔ پر نہ بیٹھنا۔ اس پر بیٹھنے سے رعونت آتی ہے۔ انسان کا خمیر خاک سے ہوا ہے اور خاک ہی میں اس کو ملنا ہے تو فقیر کو چاہئے کہ انجام کو دیکھے اور زمین ہی کو اپنا بستر بنائے۔ فقیر ہمیشہ زمین پر سوتے ہیں۔ زمین پر بیٹھنا خاکساری کی دلیل ہے زمین پر بیٹھنا اور زمین پر سونا ہمارے باپ دادا کی سنت ہے (ایک میلاد خواں نے جو تہ بند پوش تھا۔ میلاد خوانی کے وقت چوکی پر بیٹھنے کی اجازت چاہی تو حضور نے ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ جانمازی یا ممتاز فرش طاہر پر بیٹھ کر پڑھا کرو۔ ^{۵۲} فرمایا تقریبات شادی یعنی میں شرکت نہ کرنا۔ نماز میں امامت نہ کرنا۔ ^{۵۳} فرمایا۔ مکان نہ بنانا چند دن کی زندگی کے لئے مکان بنانا فضول ہے ^{۵۴} فرمایا سیاحت کے لئے سواری کا انتظام بیکار ہے۔ ^{۵۵} فرمایا مال و زرہ فقیر کو نہیں چاہئے۔ ^{۵۶} فرمایا زر، زن، زمین جھگڑا ہے اس کو چھوڑ دو تو آزاد ہو۔ ^{۵۷} فرمایا گنہگار کو دوست رکھو اور شہرت سے بچو۔ (جملہ ۵۷)

ارشادات مندرجہ بالا وارثی خرقہ پوش کے لئے حکماً صادر ہوئے ہیں جس کی تکمیل ہر وارثی خرقہ پوش کا فرض اولین ہے جو عامل ہیں وہ راہ پر ہیں۔ باقی گمراہ یا خود ساختہ ہیں۔ اس کے بعد ارشادات عالیہ اور تعلیمات وارثیہ متعلقہ وضاحت منزل فقر نقل ہوتے ہیں۔



آستانہ اقدس سرکار وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز دیوبند شریف (بھارت)

ارشادات عالیہ

متعلقہ وضاحت مندرجہ فقر

فشرمایا سلسلہ فقر اہل بیت کرام سے ہے فشرمایا فقیری بی بی فاطمہ سے ہے اور امام حسین علیہ السلام نے یہ فیض جاری کیا۔ فشرمایا تسلیم و رضا بی بی فاطمہ اور دونوں صاحبزادوں کا حصہ ہے۔ فشرمایا حضرت امام حسینؑ نے ایک رضائے معشوق کے لئے تمام خاندان کو میدانِ کربلا میں شہید کرادیا۔ کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ رمز عاشقی و معشوقی نازک ہے۔ فشرمایا فقیر تصدیق کے بعد مستغنی ہو جاتا ہے۔ فشرمایا فقیر کا خدا عاشق ہوتا ہے۔ فشرمایا عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کر دے۔ فشرمایا یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔ فشرمایا عاشق یار سے خبردار اور موجودات سے بے خبر ہوتا ہے۔ فشرمایا رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔ فشرمایا جس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے وہ عشق سے بے خبر ہے۔ فشرمایا عشق اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ جہاں حضرت عشق آئے وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا۔ فشرمایا عشق جس کو ملا ہے پختن پاک سے ملا ہے۔ فشرمایا معرفت کسی چیز نہیں ہے محض وہی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت دے دے کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ فشرمایا سنا سنا آنکھ بند کرنے اور سانس روکنے سے اور حق حق کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کو خدا چاہتا ہے اپنی معرفت دیتا ہے یہاں کسب کا کام نہیں۔ فشرمایا محنت اور ریاضت سے دوسرے فائدے ہوتے ہیں۔ مزدوری کی مزدوری صنایع نہیں ہوتی جو علم و عمل سے تعلق

رکھتے ہیں۔ مگر۔ من تو شدم تو من شدی۔ یہ کام عشق کا ہے اور عشق پر کسی کا زور نہیں (اُس کے بعد یہ شعر پڑھا)۔

بلبل و گل را ہوائے دیگر است من نمی دانم کدایے دلبر است

فشرمایا مذہب عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے فشرمایا جس کو معشوق چاہتا ہے اپنے عشق کی زنجیر میں جکڑ دیتا ہے۔ فشرمایا عاشقی ایک ملامت ہے۔ انسان دنیا سے گذر جاتا ہے اور فراق میں مرجاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزہ آتا ہے ورنہ کچھ نہیں۔ فشرمایا منزل عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات فشرمایا عشق میں انتظام نہیں۔ فشرمایا عاشق کی سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے فشرمایا عاشق غافل نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کی یہ نازیہی روزہ ہے۔ فشرمایا معشوق کی جفا کو بھی عاشق عطا سمجھتا ہے۔ فشرمایا عاشق کو خدا معشوق کی صورت میں ملتا ہے فشرمایا عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے وہ بجا ہے اور جو تعظیم کرے سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقام تسلیم و رضا ہے عاشق کو چارہ نہیں۔ عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے نہ وہ گنہگار ہے نہ اس پر عذاب و ثواب ہے۔ لیکن را بچشم مجنون باید دید۔ پس دوسرا وہ آنکھ نہیں پاسکتا۔ فشرمایا تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اور اس میں گم ہو جانے کو وصال کہتے ہیں۔ خودی میں نہ رہنا ہی کمال ہے۔ عشاق جب اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں اُس کی مثال یہ ہے کہ جب آفتاب فلک پر نور افشاں ہوتا ہے تو ستارے مخلوق کی نظر سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کواکب کا وجود آسمان پر ہے اسی طرح عشاق کا وجود معشوق میں بھجوائے "من کان للہ کان اللہ لہ" (جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا) عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ بس اس میں تعجب کی کیا بات

ہے کہ آفتاب حقیقی تمام انوار و اوصاف عشاق کو اپنے میں جذب کر لے فشرمایا عاشق کو
ایک صورت کے سوا دوسری صورت حرام ہے فشرمایا عاشق دین و دنیا سے بے خبر اور
بے نیاز ہوتا ہے فشرمایا عشق ایک بے نظیر معشوق ہے اور محبوب کے محبت کے اثرات
اُس میں کیمیا کا اثر رکھتے ہیں فشرمایا عاشق بے خود و غیر مکلف ہیں اور دنیا دار مکلف
ہیں فشرمایا معشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کے لئے ایک راز ہے فشرمایا عاشق نہ
تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیدہ فشرمایا عاشق سب کو چھوڑتا ہے تو
یار سے ملتا ہے فشرمایا عشق میں کوئی غیر نہیں اور بجز یار کسی سے سروکار نہیں فشرمایا
جن کا عشق کامل ہے ان کا شوق و جوش - حیات و ممات - و اعمال و فراق میں یکساں ہوتا
ہے، نہ اُس کے لئے ترقی نہ تنزلی بلکہ از و یاد نقصان سے متنزع ہوتا ہے فشرمایا ایک
زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ عاشق نہ ہجر کی شکایت کرتا ہے نہ وصل کی طلب فشرمایا عاشق
ایک ساعت بھی اگر معشوق سے غافل رہے گا تو وہ ساعت اُس کے لئے بمنزلہ موت ہے۔
فشرمایا عاشق کو چاہئے کہ معشوق کا ایسا فرماں بردار ہو جیسے غلام آقا کا ہوتا ہے (پھر
یوں بھی فرمایا کہ عاشق کا منصب یہ ہے کہ معشوق کے آگے تبر سلیم خم رہے۔ جیسے
غسال کے ہاتھ میں مردہ بے اختیار ہوتا ہے۔ فشرمایا عاشق کو لازم ہے کہ سرکٹ جلے
مگر شکایت نہ کرے کیونکہ قاتل بھی غیر نہیں ہے فشرمایا عاشق ہر چیز میں معشوق کا جلوہ
دیکھتا ہے۔ فشرمایا عاشق کا کام رونا ہے۔ فشرمایا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عاشق شکایتیں
کرتا ہے اور معشوق سنتا ہے۔ فشرمایا طریق عشق میں جو کرے وہ کئے جاسے۔ بڑی ضرورت
ہے۔ فشرمایا جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں ہے۔ یلی کے ہزاروں اور یوسف
کے لاکھوں چاہنے والے تھے۔ مگر یہ مجنوں اور زلیخا کا حصہ تھا پس جس کا حصہ ہوتا ہے وہی

پاتا ہے فشہ مایا عاشق جس خیال میں مرتا ہے وہی خیال اُس کا حشر و نشر۔ قیامت
 ووزخ۔ بہشت بلکہ کثرت جذب میں خود وہی ہو جاتا ہے جس کو عشق و محبت نہیں وہ
 اُس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس راہ میں چل سکتا ہے فشہ مایا خیال میں صورتِ معشوق
 نقش کرنا چاہے جو صورت نقش ہو گئی وہی بعد مرگ بھی قائم رہے گی بلکہ اسی کے ساتھ
 حشر ہوگا فشہ مایا عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں فنا ہو جائے فشہ مایا تسلیم و رضا
 تو جب ہے کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہی ہے اور تکلیف بھی عاشق و معشوق کا ایک
 راز ہے فشہ مایا عشاق کو ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے وہ ہر چیز سے اور مخلوق سے جو
 چاہیں کرادیں فشہ مایا عشق کی اُلٹی چال ہے جس کو پیار کرتا ہے اُسی کو جلاتا ہے
 جس کو پیار نہیں کرتا اُس کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے فشہ مایا عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔
 فشہ مایا عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اُس پر نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا ہے اور نہ
 شیر کھا سکتا ہے فشہ مایا اگر عاشق کی زبان سے کوئی غلط بات بھی نکل جائے تو اللہ
 اُس کو جک کر دیتا ہے فشہ مایا عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے فشہ مایا عاشق
 کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا فشہ مایا معشوق کا ترسانا اور حجاب و عتاب
 ہی رحم و فضل ہے۔ (۵۷) جملہ (۱۱۴)۔

ارشادات عالیہ در تعلیمات وارثہ

فرمایا ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل کو نہ پکڑے۔ فرمایا محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں، مندرجہ بالا فرمان میں قبلہ عالم نے یہ تعلیم دی ہے کہ سرکار والا جاہ کے حلقہ غلامی میں داخل ہونے والے کے لئے اول شرط محبت ہے اس لئے حقیقتاً وارث وہی شخص کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جس کو سرکار وارث پاک سے وہ حقیقی لگاؤ ہو جس کو محبت کہتے ہیں اور محبت کی تعریف میں یوں ارشاد فرمایا کہ محبت کا ادب یہ ہے کہ معشوق کی جس چیز کو دیکھو اچھی معلوم ہو، اس فرمان کے مطابق اب ہر وارث کو یہ دیکھنا ہے کہ سرکار والا جاہ کی بظاہر وہ کون سی ایسی چیز ہے کہ جس سے ادب محبت کے تحت پسندیدگی کا تعلق ضروری ہے یا وہ کون سی ایسی چیز ہے جو سرکار عالم پناہ کی خصوصی یا دگوار یا خصوصی چیز کہی جا سکتی ہے جس سے ادب محبت کے تحت محبت اور لگاؤ ہر وارثی کے لئے محبت کی دلیل اور صحیح وارثی ہونے کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قبلہ عالم نے اپنی غلامی کی سند محبت کو قرار دیا ہے اور اس سند کی صحت اور تصدیق کے لئے اس فرمان کی تکمیل کو شناخت قرار دیا ہے چنانچہ مکرر یہ کہ اس طرح ارشاد فرمایا کہ محبت عین ایمان ہے، اور فرمایا کہ محبت کرو محبت ہی سب کچھ ہے بے محبت نماز روزہ بھی

سب بیکار ہے، دیکھو واقعہ کہ بلا کو کہ لوگ نماز پڑھتے تھے اور روز بھی رکھتے تھے مگر محبت
 دل میں آلِ عبا کی نہ تھی تب تو پر غاش پر مکر باندھ کر ستیا ناس ہوئے، اس فرمان میں
 بھی قبلاً عالم نے اس بات کی تصدیق فرمائی ہے کہ جس طرح اہل کوفہ بھی جو بظاہر
 اپنے کو مسلمان کہتے تھے مگر چونکہ دلوں میں محبت سر تاخ دو عالم شاہِ مدینہ کی نہ تھی
 اس لئے وہ اُس یادگار رسول کریمؐ اور خصوصی نشانی کی تمیز نہ کر سکے اسی طرح
 ہر وہ و آرتی کہنے والا کہ جس کے پاس محبت کی سند کی دلیل موجود نہ ہو حقیقتاً و آرتی
 نہیں ہے۔ قبلاً عالم نے اپنی خصوصی چیزوں میں بظاہر صرف دو چیزیں دنیا میں ہماری
 محبت کے امتحان کے لئے چھوڑی ہیں اور وہ دو چیزیں اول (حضور کا لباس) اور دوسری
 چیز (حضور کا کلام) یعنی ملفوظات ہیں۔ حضور کا نادرہ لباس (یعنی) پیلا احرام ہے
 جو اس قدر مشہور اور ظاہر ہے کہ ہر غیر و آرتی بھی دیکھ کر فوراً شناخت کر لیتا ہے کہ
 یہ لباس و آرتی عالم نواز ہے۔ مگر چونکہ یہ لباس بے شمار مختلف صورتوں میں زیب تن
 دکھلائی دیتا ہے اسی لئے حضور قبلاً عالم نے بالتشریح (ہر) کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ
 غلط فہمی نہ ہو اور یہ سمجھ میں آجائے کہ ہر لباس سے محبت کرنے والا ہی میری
 محبت کا دعویٰ کر ہو سکتا ہے اس لئے لازم ہو جاتا ہے کہ آداب محبت کے تحت ہر لباس
 کا یکساں طور پر احترام کرے گو یہ لباس مختلف صورتوں میں زیب تن نظر آتا ہے مگر
 محبت کرنے والے کی نظر بھی تو لباس والے کی صورت سے آشنا ہے اس لئے وہ ہر صورت
 میں لباس کے تحت اپنے معشوق ہی کو دیکھتا ہے بلکہ یوں کہتا ہے: -

ہر لحظہ بشکلِ دیگر آں یارِ برآمد

وہ جانتا ہے کہ سب نام اسی نام والے کی طرف سے ہیں کہ جس کا نام دل پر نقش

ہے اور در زبان ہے اس لئے صورت یا نام کی تخصیص یا نئے اور پرانے کی تفریق سے اس کو سرکار نہیں ہے بلکہ اس کے لئے صرف لباس ہی وارث عالم نواز کی وہ خصوصی چیز ہے کہ جس کے باعث وہ بلا امتیاز و اختصا ص ہر صاحب لباس کا یکساں طور پر شیدائی ہے خصوصیت برتنے والا گویا سرکار والا جاہ کے فرمان کے مطابق قبلہ عالم کے نام اور صورت و لباس کا شیدائی نہیں بلکہ کسی دوسرے کا عقیدت مند ہے۔ اس لئے وارثی نہیں ہو سکتا۔ ایک دوسرے ارشاد میں قبلہ و عالم نے اور واضح طور پر فرمایا کہ جس نے فقیر کو خوش رکھا اس نے ہم کو خوش رکھا اور جس نے ہمارے فقیر کو خوش رکھا اس نے ہم کو خوش رکھا اور جس نے ہمارے فقیر کو رنج دیا اس نے بلا شک ہم کو رنج پہنچایا۔ اس فرمان میں بھی تخصیص اور تفریق کے بجائے صرف فقیر کا لفظ استعمال کیا ہے کسی اپنے خصوصی فقیر کی جانب اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ کیونکہ ہر فرقہ پوش اسی وارث کی نظر انتخاب کی نوازش سے نمونہ سرکار والا جاہ ہے اس لئے اس سے محبت، سرکار سے محبت کی دلیل اور اس کا احترام سرکار والا جاہ کا احترام ہے۔ فرمایا محبت میں شاد و گدا کا فرق نہیں ہوتا، اس فرمان میں بھی تفریق کی ممانعت کا حکم صادر ہو رہا ہے (یعنی) بجز وارث کے نام اور بجز وارث کے تصور نئے یا پرانے یا خصوصی کی تفریق وارث پاک کی محبت سے جدا کرتی ہے۔ یہاں سب برابر ہیں، دوسری چیز حضور قبلہ عالم کا کلام (یعنی) ملفوظات ہیں، حضور کے کلام کی طرف توجہ اور حضور والا کی تعلیمات پر عامل ہونا ہی وارث پاک کی محبت کی دلیل ہے۔ فرمایا محبت ہے تو سب کچھ ہے فرمایا محبت کا خاصہ ہے کہ محبوب کا عیب بھی بہر معلوم ہوتا فرمایا انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے

جس سے محبت ہوتی ہے۔ فشرمایا محبت بھی خدا کا ایک راز ہے۔ فشرمایا محبت کسی کو ہنسائی ہے اور کسی کو رلاتی ہے۔ فشرمایا بام حقیقت کی کمنہ محبت صادق ہے۔ فشرمایا محبت کی حقیقت تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔ فشرمایا فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل دی گئی ہے۔ فشرمایا محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے۔ فشرمایا محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ فشرمایا محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں ہوتا۔ فشرمایا محبت میں بے ادبی عین ادب ہے۔ فشرمایا دنیا کی محبت انسان کو حیوان سے بدتر بنا دیتی ہے۔ فشرمایا ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔ فشرمایا جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اُس کا حشر ہوتا ہے۔ فشرمایا جو تم سے محبت کرے اُس سے محبت کرو۔ فشرمایا محبت سے کچھ نہیں جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ فشرمایا کتابیں پڑھنے سے کیا ہوتا ہے تصدیق اور چیز ہے۔ فشرمایا خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، خیر و شر سب اُسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق مشکل ہے۔ فشرمایا تصدیق ہزاروں میں ایک کی ہوتی ہے۔ ہر شخص کا حصہ نہیں، پھر اُس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا، فشرمایا صاحب توحید ہونا آسان ہے اور صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔ فشرمایا جس کو یہاں تصدیق نہیں وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا۔ وہاں جا کر بجز پتھر کے اور کیا دیکھے گا، خدا تو ہر جگہ ہے، کعبہ تو ایک چھت ہے۔ فشرمایا مدینہ منورہ میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے کہ "ان اللہ مع الصابرين" دوپہر کو جب ہوا گرم ہوئی تو مولوی صاحب گھبرائے۔ پانی بھی اُن کے پاس ختم ہو چکا تھا اُس وقت ہم سے کہا "ان اللہ مع الصابرين" تو مولوی صاحب خفا ہو گئے۔ پس زبان سے کہنا اور

بات ہے اور دل سے تصدیق اور چیز ہے ^{۲۱} شر مایا مکہ معظمہ میں ایک مولوی صاحب
 نے سخن اقرب الیہ من جبل الوردی، کا وعظ بہت کہا کرتے تھے۔ اُن کے پاس
 ایک معمولی فروتنی اُس میں سردی معلوم ہوئی، میرے پاس دو کبیل تھے وہ شب کو
 ایک کبیل مانگنے آئے، ہم نے کہا کہ "سخن اقرب الیہ من جبل الوردی" سے
 نہیں مانگتے اُس کے بعد فرمایا ^{۲۲} شر مایا زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک
 ولی تصدیق نہ ہو ^{۲۳} شر مایا جس کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتا ^{۲۴} شر مایا
 انسان کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے جب خدا نے اُس کی ضروریات کا ذمہ لیا
 ہے تو برابر کام بن جائے گا۔ جب ذمہ دار اللہ ہے تو اندیشہ بے کار ہے مگر تصدیق چاہئے
^{۲۵} شر مایا نماز روزہ اور چیز ہے تصدیق اور چیز ہے اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں
 مگر حالت ضرور قابل لحاظ ہے ^{۲۶} شر مایا جو شخص نماز نہ پڑھے وہ ہمارے حلقہ بیعت
 سے خارج ہے ^{۲۷} شر مایا نماز ضرور پڑھنی چاہئے۔ یہ نظام عالم ہے اگر یہ چھوڑ دی
 جائے گی تو عالم کے انتظام میں خرابی آجائے گی ^{۲۸} شر مایا نماز وہی ہے جو حضور
 قلب کے ساتھ ہو (پھر ایک باریوں بھی) ^{۲۹} شر مایا کہ نماز برابر پڑھے جائے اگر
 ایک سجدہ بھی ہو گیا تو تمام نمازیں ہو گئیں ^{۳۰} شر مایا نماز روزہ اور چیز ہے ایمان
 اور چیز ہے، نماز تو رکن اسلام ہے، اگر لاکھ روپیہ کی چیز رکھی ہو تو اُس کا بھی خیال
 نہ کرے بس یہی ایمان ہے ^{۳۱} شر مایا مسجد میں پیدل جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے
^{۳۲} شر مایا جمعہ کی نماز میں سنت گھر پر پڑھ کر جانا سنت ہے ^{۳۳} شر مایا جمعہ کی
 نماز کے بعد لوگ چار رکعت ظہر پڑھ لیا کرتے ہیں یہ شک کی بات ہے اور ہمارے
 یہاں شک نہیں ^{۳۴} شر مایا جو شخص چھپ چھپا کر نماز پڑھتا ہے، نماز ہو جاتی ہے ^{۳۵} شر مایا

ہر شخص پر اتباع سنت اور پابندی شریعت لازم ہے **فشر** مایا شریعت میں خود بینی منافی
آداب عبادت ہے **فشر** مایا شریعت ایک انتظامی بات ہے اگر انتظام نہ ہوتا تو
سب کام بگڑ جاتے۔ بولتے کو تو بھی نے پوجا مگر اس بولتے کو کوئی نہیں پوجتا۔

بولتا تھا نار میں اور نور میں

بولتا ہی احمد مختار تھا

بولتے کو بولتے کی چاہ ہے

بولتا اگر جسم سے جاتا رہا

تھا اتنا الحق بولتا منصور میں

بولتا ہی حیدر کرار تھا

بولتے ہیں دیکھو تو اللہ سے

پھر کسی سے بول کیا جاتا رہا

فشر مایا جس قدر ہمارے مرید ہیں وہ ہماری اولاد ہیں جس کو جس قدر ہم سے محبت ہے
اسی قدر اپنے بھائیوں سے اتفاق ہوگا جو لڑکا اپنے باپ سے محبت کرے گا اس اپنے
بھائیوں سے اتفاق ہوگا **فشر** مایا پیر بہت ہیں مرید شخص سے ملتا ہے **فشر** مایا مرید
ہونا چاہئے۔ مرید ہو تو پیر کے سینہ پر چڑھ کر حاصل کر سکتا ہے۔ **فشر** مایا پیر کو مرید
بہت ملتے ہیں مگر بائرا دنیست سے بائرا آتا ہے جیسے خواجہ حضرت سعید کو غوث پاک
حضرت خواجہ عثمان ہارونی کو خواجہ معین الدین چشتی حضرت بابا صاحب کو حضرت
سلطان نظام الدین اولیا محبوب الہی حضرت علاء الدین کو حضرت شمس اور حضرت
محبوب الہی کو امیر خسرو اور حضرت مخدوم بہاری کو مولانا مظفر **فشر** مایا مرید کی
ترقی کا زمینہ ادب ہے **فشر** مایا مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریائے
لمجاتا ہے اور پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا **فشر** مایا پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے جو
پیر کی شکل ہے یہی سب کچھ ہے پیر کی ذات میں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مرتبہ
مل جاتا ہے اور تمثیل میں مولانا کا یہ شعر پڑھا ہے

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول

ہم خدا اور ذاتِش آمد ہم رسول

۵

فرامایا جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور ہے وہ پیر
 باتس ہے فرامایا پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے پیر کی صورت ہر وقت سامنے رہے اور وہی
 صورت ہر جگہ نظر آنے لگے یہی فنا فی الشیخ ہے۔ فرامایا مرید کو کمال یقین کرنا چاہئے مرید
 ہونا چاہئے۔ مرید ہو تو خاک کے ڈھیر سے لے سکتا ہے۔ فرامایا مریدی دل سے ہوتی ہے
 اور دل مسلمان ہوتا ہے فرامایا ہر جگہ ایک ہی نشان دیکھے جگہ جگہ مرید ہونا ہر جگہ عورتوں
 کا سا شیوہ ہے فرامایا قیامت کے دن ہم اپنے مریدوں کو خدا کے سامنے پیش کر دیں گے
 کہ اتنے تیرے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے میں شہادت دیتا ہوں، وہ رحیم و کریم ہے
 یقین ہے کہ غمزدار کرم فرمائے گا۔ فرامایا ایک صورت پیکر لو وہی تمہارے ساتھ یہاں
 رہے گی اور وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی فرامایا جس کے تصور میں مروگے
 اسی کے ساتھ حشر ہوگا فرامایا جس صورت کا خیال پختہ ہو جائے گا وہی صورت
 بعد مرگ بھی قائم رہے گی۔ فرامایا خدا محض آسمان پر نہیں ہے ہم تم میں چھپ کر سب کو
 دھونڈے میں ڈال دیا ہے بس ایک صورت کو پیکر لو خدا ایل جائے گا فرامایا انسان جس چیز
 کو مضبوط پکرنے اور اس پر رک جانے و پیرا خدا ہے فرامایا بکوی مصیبت پڑے
 ہمارے پرندے کا تصور کرو فرامایا اور تصور کا قاعدہ یہ ہے کہ تصور کرے اور جب صورت
 قائم ہو جائے تو معہ اس صورت کے دل خوبری کی جانب متوجہ ہو اور دل کی آنکھ سے دیکھے۔
 فرامایا تصور کے متعلق آنکھ بند کر کے کس دیکھتے ہو آنکھیں کھول کے دیکھو آنکھیں ہوتے ہوئے
 نابینا ہو جانا خدا کی ناشکری ہے فرامایا شاعر کی توجہ دینے کے متعلق فرمایا کہ جس کے

دل میں محبت نہ ہو اس پر کیا اثر ہوگا؟ شراب یا شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے یہاں دل کے
 شجرہ سے کام ہے۔ شراب یا فقیر کم اور مشائخ زیادہ ہوتے ہیں چونکہ سوزا عشق سخت دشوار
 گزار ہے اس لئے طالب اس راستہ کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ شراب یا جس کو سب
 شیطان کہتے ہیں وہ اس راستہ میں دوست بن جاتا ہے دشمنی نہیں کرتا۔ شراب یا کالہما
 الا اندس زبانی کہنا اور ضرب لگانا اور بات ہے۔ بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے
 دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ شراب یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چہرہ کو اپنی شریعت
 کی رو سے منع کیا سو وہ ناپسندیدہ ہو اور اس کا وہی خلاف شرع کرنا پسند ہوا اس کو دل سے
 تعلق ہے۔ شراب یا کسی کو برا نہ کہو نہ برا سمجھو۔ شراب یا کسی کے مذہب کو برا نہ کہو کیونکہ
 اس کے ملنے کے بہت سے راستے ہیں۔ الطریق اللہ بعدد انفس الخلاق
 شراب یا تعمیل خواہشات نفس امارہ خدا سے دور رکھتی ہے۔ شراب یا جو شخص اپنا کام آپ
 کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی ملدہ ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے تو اللہ
 اس کے کام کو پورا کر دیتا ہے۔ فرمایا۔ یقین کے ساتھ خدا کو مددگار جانو۔ وکفی باللہ وکیلاً
 شراب یا خدا تم میں ہے مگر تم دیکھ نہیں سکتے فرمایا من و تو کا جھگڑا جائے تو خدا کا جلوہ نظر
 آئے۔ شراب یا موجد ہونا مشکل ہے۔ شراب یا آج کل توحید کے سیرتی ہے بھیک مانگتے ہیں بری
 چیز یہ ہے کہ مر جائے مگر ہاتھ نہ پھیلائے۔ توحید کی آج کل قدر نہیں۔ شراب یا محبت کرو کسب
 سے کچھ نہیں ہوتا۔ شراب یا ایمان محبت کاملہ کا نام ہے۔ شراب یا جب تک خود بینی ہے حقیقت
 سے حجاب رہے گا خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے اور خودی
 حجاب کو اٹھاتی ہے۔ شراب یا کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دو۔ شراب یا جس کی قسمت میں
 جو ہے وہ ضرور ملے گا اگر زندگی میں نہ ملا تو مرتے وقت ملے گا اگر مرتے وقت نہ ملا

تو اُس کی قبر میں ٹھونس دیا جائے گا ^{۸۹} فشرمایا دنیا داری و دوکانداری سے فشرمایا جو کچھ ہے لگا ڈبے باقی جھگڑا۔ سب دکھلانے کی چیز ہے اگر لگاؤ نہیں تو خاک ^{۹۱} فشرمایا ہمارے یہاں بوسی، عیسائی، سب مذہب وائے برابر ہیں کوئی فرق نہیں ^{۹۲} فشرمایا رام اور رب ایک ہی چیز ہے ^{۹۳} فشرمایا اگر وہ بدبانہ رہے تو مسجد مندر میں ایک ہی دکھائی دے۔ ^{۹۴} فشرمایا مسجد۔ مندر۔ گر جائیں جہاں جائے سوائے ایک شان کے کچھ نہ دیکھے ^{۹۵} فشرمایا جس کے دل میں یہ بات ہے کہ یہ کام ہوتا ہے کہ نہیں تو وہ کام نہیں ہوتا کیونکہ وہ و بدھائیں پڑا ہے۔ نہیں بکے سرور ہوگا۔ ^{۹۶} فشرمایا یقین اعتقاد کی روح ہے جس میں یقین کی کمی ہے ^{۹۷} فشرمایا نڈا پر بھروسہ ہے تو وہ خود سامان کر دے گا ^{۹۸} فشرمایا خدا نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے (اور بعد میں یہ پڑھا کرتے تھے) "کل امر مرہون باوقا تھاء" ^{۹۹} فشرمایا ارتقش و عملیات کے متعلق کہ یہ سب وابیات خرافات ہے میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے اور محبت کی تعریف یہ ہے کہ "محب النشی دجسی یصمد" جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اُس کا ہوتا ہے ^{۱۰۰} فشرمایا یہاں دوئی کا گدہ نہیں ^{۱۰۱} فشرمایا (انگریز یا یہودی کو مرید کہتے وقت) دیکھو موسیٰ کلیم اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ اور محمد رسول اللہ کسی کو برا نہ کہنا ^{۱۰۲} فشرمایا (پیشہ ور سے بیعت لینے وقت) ہاتھ کے پتے رہنا، ظلم نہ کرنا (دزداری سے) کپڑا نہ چرانا (دوکاندار سے) پورا تو لٹا ^{۱۰۳} فشرمایا اپنی وضع پر قائم رہنا۔ اگر ایک وضع بھی بن گئی سب کچھ ہے۔ ^{۱۰۴} فشرمایا جو خدا کو پہچانتے ہیں وہ بندوں کی پرواہ نہیں کرتے ^{۱۰۵} فشرمایا خدا کا لٹنا صرف تہ بند پر موقوف نہیں طلب سختہ ہو تو وہ ہر لباس میں مل سکتا ہے ^{۱۰۶} فشرمایا۔ بچ بچے تو صبر کرو اور راحت ملے تو شکر کرو ^{۱۰۷} فشرمایا منصور کی بیٹابی نے منصور کو دار پر

چڑھایا ^{۱۰۸} فرمایا (ہند و حلقہ بگوش گو) برہم پچا نو اور تپھر کو نہ پوجو اور جھٹکے کا گوشت
 نہ کھاؤ ^{۱۰۹} فرمایا توحید سے واقف ہونا و شوار ہے ^{۱۱۰} فرمایا ذکر اسدی کرے تو جناب
 شیر خدا کے برزخ کا تصور کرے اور تمہیں اس کی یہ ہے کہ ذکر اسد اللہ الغالب
 میں ایسا فٹا ہو کہ ذکر کرتے وقت ذکر کے ہر عضو بدن سے شیرانی کی شان نمودار
 ہو ^{۱۱۱} فرمایا (مجلس سماع میں لوگوں نے حال کے متعلق دریافت کیا) خدا کی رحمت
 ہے بہت اچھا ہے مگر حال لانے والا مرد وہ ہے ^{۱۱۲} فرمایا مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
 فَلِنَفْسِهِ رِزْقًا سَاءً فَعَلِيهَا كُوفِي اپنے دل اور زبان کو دوسرے
 کے لئے کیوں خراب کرے ^{۱۱۳} فرمایا کھل بنی آدم کا شمار امت محمدی میں ہے کیونکہ
 آل حضرت پر نبوت کا اور قرآن پر صحائف آسمانی کا خاتمہ ہو گیا اس لئے نہ اب
 کوئی نئی آئے گا نہ کتاب نازل ہوگی پس اگلی پچھلی سب امتوں کا شمار اسی امت میں
 ہے۔ بجا آوری حکم سب پر یکساں ہے جو پیرو ہیں وہ راہ پر ہیں بقیہ شکر، گمراہ، لیکن امت
 کی حیثیت سے سب ایک ہیں باغی رعایا بھی اسی کی کہا جائے گی جس کی وہ ہے ^{۱۱۴} فرمایا
 عبادت صرف نماز ہی نہیں ہے اپنی خاندان داری میں ضروریات کی چیزیں لانا، بیوی کی
 کفالت کرنا، بچوں کی دلداری، غلام لونڈی کی پرورش، حوائج ضروری سے فارغ
 ہونا، کھانا، کھلانا، سب عبادت ہے۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تخریب داری تو
 ممنوع ہے نہ کرنا چاہئے ^{۱۱۵} فرمایا (ایک پر جوش لہجہ میں) کہ سنا سنا لوگ چاہتے ہیں کہ
 فاتحہ درود بھی بند ہو جائے۔ مگر نہ یہ بند ہوا ہے نہ کبھی بند ہوگا ^{۱۱۶} فرمایا خاندان دادیہ
 سے جن کو نسبت ہے ان پر جادو ٹونے کا اثر نہیں ہوتا ^{۱۱۷} فرمایا جانتے ہو، حج مقبول
 کس کا نام ہے؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ عاشق و معشوق سے مل جائے اس کا نام

حج مقبول ہے ^{۱۱۸} شرک یا سرمد تسلیم و رضا کے بندے تھے۔ سرمد یا اور آفت تک نہ
 کی، نہ فتویٰ دینے والے رہے نہ سلطنت رہی مگر ایک سرمد کو جگہ لاکھوں سرمد
 پیدا ہو گئے ^{۱۱۹} شرک یا (گیارہویں شریف کے متعلق) شرک یا یا کہ مقام ہو ایک عجیب
 مقام ہے (جس ابجد) صہ کے پانچ اور داؤ کے چھ مل کر گیارہ ہوئے۔ حضرت غوث
 پاک کی ہی منزل تھی۔ اتنا یہ کہ گیارہویں والے میاں مشہور ہو گئے ^{۱۲۰} شرک یا آدمی
 ہونا چاہئے۔ آدمی ہونا مشکل ہے (کسی قدر سکوت کے بعد) آدمی اسی وقت ہوتا ہے
 جب لطیفہ و قلب ذاکر ہو کیونکہ لطیفہ قلب حضرت آدم کے زیر قدم ہے اور محبت
 اقریب حاصل ہے ^{۱۲۱} شرک یا یا جو نشیب و فراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا جو اس
 سے نکل جائے اس کی نجات دنیا میں ہو جائے شرک یا یا اس آدمی کا ررنی بانٹ کر کھائے
^{۱۲۲} شرک یا یا ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے نفس اور طبیعت کو نابو میں رکھے انجام کار
 کامیاب ہوگا، اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجود کو مزائے
 دار دی جائے گی۔

چونکہ در دست غدارے بود
 حاجبیم منصور بر دارے بود

^{۱۲۳} شرک یا یا کافر بھی مثل مومن کے ہے اور واصل مقصود حقیقی۔ اگرچہ راہ وصل میں
 اختلاف ہے۔ مگر محبت اہل بیت شرط ہے۔ فرمایا اگر طلب صادق ہے تو دستار مولویت کو طاق پر
 رکھ دو۔ پست شو تا فیض حق فالقن شود ہر کہ جا پستت آب آنجا رود
^{۱۲۴} شرک یا یا جب انسان اپنے نفس پر تادیر ہوتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تخت میں آجاتا

ہے جو جس دھیورسب مطیع ہو جاتے ہیں ^{۱۲۹} فرمایا طالب کے واسطے صرف "نفسخت
 فیہ من روحی" کافی ہے۔ اس لئے ہم خدا کی ملکیت میں ہیں اور خدا ہماری ملکیت
 میں ہے کسی اور سے طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے ^{۱۳۰} فرمایا شیطان پر بھی لاجل
 پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے "ان الله على كل شيء قدير"
^{۱۳۱} فرمایا دنیا نسا کا گھر ہے اور اہل دنیا خدا سے دور رہتے ہیں۔ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔
^{۱۳۲} فرمایا اس کائنات کا نام دنیا نہیں ہے۔ غفلت کا نام دنیا ہے ^{۱۳۳} فرمایا معشوق کے
 ملنے نہ ملنے سے واسطہ نہ رکھے جو دل میں سما گیا اس پر قائم رہے بے غرض جو بے مطلب
 جو محبت ہے وہ ایک آتش جاگ سوز ہے جس کو عشق کہتے ہیں یہ ایک بے اختیاری چیز
 ہے۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ آگ جس کے دل میں
 پیدا ہوئی۔ جن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوگی ^{۱۳۴} فرمایا "اہل دعیان
 والے کی نسبت کہ" میری وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑ۔ تیری دنیا داری عبادت ہے ^{۱۳۵} فرمایا
 جو خدا کی امراض کو دور کر سکتا ہے وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔
^{۱۳۶} فرمایا جس کی نظر دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں ہے ^{۱۳۷} فرمایا "مشائخ عظام
 کے متعلق" کہ وہ طریقے سب انتظامی ہیں اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے سب ایک
 سے ہو جائیں ^{۱۳۸} فرمایا شرط انصاف بھی ہے کہ سونے چاندی کے ہموزن شیرینی تقسیم کی
 جائے (حضور والا اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اشرفیاں لاتے لو کئی حلوائی کو دیتے
 اور اس کے ہموزن بتا شہ لے کر بچوں کو تقسیم کرتے تھے) ^{۱۳۹} فرمایا اپنے میں جو سانس چلتی
 ہے بس یہی ذات ہے۔ اس کی تصدیق مشکل ہے ^{۱۴۰} فرمایا جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے،
 اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا ^{۱۴۱} فرمایا نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل کو دیکھنا

چاہئے۔ ^{۱۴۲}فسر مایا انا الحق سب پکارتے ہیں اور فنا فی اللہ ہونے کو موجود ہیں مگر انا الشیطان
یا انا نزیہ کوئی نہیں بولتا یہ بات مشکل ہے۔ ^{۱۴۳}فسر مایا علماء و ظاہر کی کیا آٹھی چال ہے کہ جو دیکھ
کے سجدہ کرتا ہے اُسے کافر کہتے ہیں اور جو بغیر دیکھے سجدہ کرتا ہے اُسے مومن۔ ^{۱۴۴}فسر مایا
"من کان فی ہذہ اعمیٰ صوفی الاخرۃ اعمیٰ" جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی
اندھا رہے گا۔ ^{۱۴۵}فسر مایا اگر شوق کامل ہو اور طلب صادق ہو تو ہرزہ میں حبیب کی
دید نصیب ہو سکتی ہے۔ ^{۱۴۶}فسر مایا جس پر ستر توحید منکشف ہو جاتا ہے وہ جانتا ہے۔ زبان سے
اس راز کا ادا ہونا مشکل ہے۔ ^{۱۴۷}فسر مایا موحدین شیطان اور رحمن میں فرق نہیں کرتے اور عشاق
شیطان کو برا نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ واقعہ ابلیس ایک قسم کا خاص سبق ہے۔ لیکن شریعت کے
رو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدم کو غیر سمجھا۔ ^{۱۴۸}فسر مایا علم وہی حاصل کرے
جو مرتے وقت کام آئے اور ذمہ موت کلمہ زبان سے نکلے اگر زبان سے کلمہ نہ ادا
ہو تو علم کس کام آیا۔ ^{۱۴۹}فسر مایا نفوس کو ذائقہ موت ہے اور روح کو ذائقہ موت نہیں۔
قرآن میں اللہ فرماتا ہے: "کل نفس ذائقۃ الموت" یہ نہیں فرماتا کہ کل روح
ذائقۃ الموت۔ ^{۱۵۰}فسر مایا باوجود اقتدار ایک عضو خاص کو بیکار کر دو اور کام نہ لو۔
شیطان کو بغل میں رکھ کر یادِ خدا کرنا بڑی بات ہے اور بڑا کام ہے۔ از نفس خود سفر
کردن بڑی منزل ہے۔ ^{۱۵۱}فسر مایا ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعویٰ جانشینی کرے وہ
باطل ہے۔ ہمارے یہاں کوئی بوجہ چار بوجہ کر رہا ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے
منزل عشق میں جانشینی نہیں جو ہم سے محبت کرے وہی ہمارا خلیفہ ہے۔ ^{۱۵۲}فسر مایا قرص
لینا انسان کے دتار کو ضائع کرتا ہے۔ ^{۱۵۳}فسر مایا اپنی بھائی چھپاؤ اور کسی کی برائی نہ دیکھو
فسر مایا عمداً کسی کی حق تلفی نہ کرو۔ ^{۱۵۴}فسر مایا کہ انسان کو چاہئے کہ زمین کی خواہش سے احتیاطاً

کرے کہ سب کا بوجھ اٹھائے اور اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالے ^{۱۵۷} فشرمایا حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے کسی نے عرض کیا کہ تہتر فرقوں میں بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی ہے تو وہ کون سا فرقہ ہے فشرمایا جو حسد سے انگ ہو اور جو حسد میں شامل ہے وہ بہتر میں شامل ہے۔ ح. ش. د۔ کل بہتر ہوئے فشرمایا حریص حرمال نصیب ہزتا ہے ^{۱۵۹} فشرمایا لالچ لالچاں کا پیش خیمہ ہے ^{۱۶۰} فشرمایا وعدہ کر دے تو اس کو پورا کر دے فشرمایا دوسرے کا احسان یاد رکھو اور اپنا احسان بھول جاؤ ^{۱۶۱} فشرمایا کسی بندہ پر احسان کرنے سے خدا کے ان احسانات کا شعور ہونٹا ہے جو ہر وقت وہ بندہ نواز تم پر کرتا ہے اور یہ شعور حاصل ہونے سے شکر کے ہوتا ہے اور شاکرین میں شمار ہو جاتا ہے ^{۱۶۲} فشرمایا بھائی بھائی میں محبت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے ^{۱۶۳} فشرمایا دشمن سے بغض نہ رکھو کیونکہ بغض کی کثافت دل کو خراب کرتی ہے ^{۱۶۵} فشرمایا اگر کسی کے ہاتھ سے تکلیف پہنچے تو قبل اس کے کہ وہ متغفل ہو تم معاف کر دو ^{۱۶۶} فشرمایا باوجود اختیار کے دشمن سے بدلہ نہ لو کیونکہ فاعل حقیقی ایک ہے تو بدلہ کس سے اور کون لے گا۔؟

ایک عالم صاحب حضرت مستقیم شاہ صاحبہ کے عرس کے متعلق معترض ہوئے کہ مستورات کا عرس جائز نہیں ہے۔ (حضرت مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ صرف حضور کے ممتاز فقرا ہی میں نہیں بلکہ حضور کی عاشق صادق تھیں چنانچہ حضور وارث پاک نے خود ان کا عرس بمقام فتح پور ضلع بارہ بنکی۔ جہاں ان کا مزار ہے قائم کیا تھا) ^{۱۶۷} فشرمایا۔ مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں اور جب مخلوق کی یہ حالت ہے تو اولیاء اللہ کی شان میں تو فرمان موجود ہے "اولیاء اللہ لا یموتون" پس جو کچھ اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے وہ زندہ نذر ہے اور ہمارے نزدیک تو عورت ہو

ہو یا مرد جو طالب مولا ہو وہی مذکر ہے مولوی صاحب آپ ہی بتلائے کہ مستقیم شاہ صاحب نے طالب مولا میں سر کھولا یا طلب عقبتی میں۔ مولوی صاحب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

ایک پنڈت جی سے حضور قبلہ عالم نے دریافت کیا کہ بتاؤ جب پرہلاد نے عالم ذوق میں برہم یعنی معبود حقیقی کا نام رشنا شروع کیا اور اُس وقت اُس کا باپ ہرناکس جو بہت طیش میں آگیا اور اپنے لائق بیٹے سے کہنے لگا کہ خیر دار میرے سامنے رام کا نام نہ لینا ورنہ تلوار سے سراڑادوں گا۔ پرہلاد نے جب باپ کی یہ بیجا مخالفت سنی تو اُس کو بھی جوش آگیا اور اُس نے بھی حالت وجد میں اپنے باپ سے کہا کہ (مجھ میں رام۔ تجھ میں رام۔ کھڑک۔ کھم سب میں رام) یعنی مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم سب میں اُس خدائے واحد کا جاوہ موجود ہے اُس کے یہ کہتے ہی ستون یعنی کھم پھٹ گیا اور برہم کی صورت شیر کے چولے میں نمودار ہوئی جس نے ہرناکس کو پارہ پارہ کر دیا۔ تو سوال یہ ہے کہ پرہلاد نے مجھ میں تجھ میں تلوار اور ستون چار چیزوں میں برہم کے جلوے کا ذکر کیا۔ مگر صورت برہم کی صرف ستون (یعنی) کھم سے ظاہر ہوئی اور باقی تین چیزوں سے نہیں ظاہر ہوئی تو سوال یہ ہے کہ ستون کی کیا تخصیص تھی جب کہ وہ سب چیزوں میں موجود ہے۔

پنڈت جی نے مؤذوب عرض کیا کہ میں اس کے جواب سے قاصر ہوں، تب حضور نے فرمایا اُسنو سُنو پنڈت جی۔ پرہلاد نے مجھ میں، تجھ میں، کھڑک، کھم چار چیزوں میں شاہد حقیقی کے جلوے کا اظہار کیا۔ کھم یعنی ستون پر آکر رک گیا تو جہاں رک وہیں سے خدا ظاہر ہو گیا۔ (جمالیہ ۲۸۲)

شجرۂ وارثیہ

اے خدا پر محمد مصطفیٰ
 اے خدا بہر جنابہ فاطمہؑ
 اے خدا پر علی مرتضیٰ
 از پئے حسینؑ اے بیبِ خدا
 بہر جانِ پختن وارثِ علی
 ان کی آفت میں مجھے کرے فنا
 دل میں میرے نورایماں کر عطا
 دے مجھے توفیقِ تسلیم و رضا
 عشق میں اپنے مجھے کر بتلا
 راستہ اپنی محبت کا دکھا
 کھول دے یارب مرے دل کی کلی
 اپنے وارث پر میں ہو جاؤں فدا

ہو گرم کی اک نظر محبوب پر

خاتمہ ہو جائے وارث نام پر

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ

(ختم شد کتاب ہندائے نبوی)

نندرا کتاب عن غیبی

رضی اللہ
عنہم تعالیٰ عنہ

رضی اللہ
عنہم تعالیٰ عنہ



علیٰ کرم اللہ
وجہہ

رضی اللہ تعالیٰ
عنہ عثمان

هدیہ
دعائے خیر

حضرت شیخ محبوب شاہ دارنی ہندی العربی

ذیراہتمام
سید ایس پریس
برائندارہ روڈ
لاہور